بیت المقدس

تالیف

حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب حفظہ اللہ

اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور

غوث گارڈن 2
جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
رابطہ نمبرز 0300-0321-9458876

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک

بیت المقدس

تالیف

مولانا محمود الرشید حدوٹی

امیر جمعیت تحفظ اسلام پاکستان

ایسی کتاب جس میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں بیت المقدس، مسجد اقصیٰ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح القدس کی اہمیت اور اس کے مناقب بیان کیے گئے ہیں، تاریخ کی اہم ترین شخصیات کی بیت المقدس کے ساتھ وابستہ یادوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، بیت المقدس کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح یہودیوں سازشوں اور مکاریوں کا پردہ بھی چاک کیا گیا ہے۔

ناشر

ادارہ آب حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن فیز ۲، جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

۰۳۰۰۹۴۵۸۸۷۶

ضابطہ

نام کتاب۔	بیت المقدس
مصنف۔	مولانا محمود الرشید حدوٹی
حروف شناسی۔	فاروق اعظم
سرورق۔	ابوحنظلہ فاروقی
طابع۔	ڈاکٹر طاہر مسعود
مطبع۔	عبداللہ پریس
تاریخ اشاعت۔	مارچ ۲۰۱۸ء
تعداد اشاعت۔	۵۰۰
قیمت۔	۲۰۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارہ آب حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) جی ٹی روڈ مناواں لاہور
جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن فیز ۲ مناواں لاہور
جامعہ دارالقرآن، علیوٹ، مری ضلع راولپنڈی
جامعہ ابوہریرہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ
جامعہ اشرفیہ للبنات ظفر کالونی، خوشاب والا پھاٹک سرگودھا

فہرست مضامین

اپنی بات	
بیت المقدس	۲
اقصیٰ کا معنیٰ	۲
بیت المقدس کا معنیٰ	۳
بیت المقدس کا شرف	۳
حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ	۵
ارض مقدس	۶
تین مساجد	۸
بیت المقدس سے مسلمانوں کو روکنے والے	۱۰
بیت المقدس پر نزول رحمت	۱۱
بیت المقدس، بیت الحرام اور مسجد نبوی	۱۱
اللہ کے پڑوسی	۱۲
فرشتوں اور نبیوں کی سجدہ ریزیاں	۱۳
ستر ہزار فرشتوں کا نزول	۱۳
سرزمین بیت المقدس میں سکونت	۱۴
بیت المقدس کا مقام	۱۴
تعمیر سلیمانی	۱۸
سلیمانی دعائیں	۲۲
تعمیر مسجد کے بعد دعا	۲۳

دعائے داؤدی ۲۵
بیت المقدس کی بے حرمتی ۲۷
صخرہ بیت المقدس ۲۸
بنی اسرائیل کی شرانگیزیوں کا شکوہ ۲۹
حضرت ارمیا علیہ السلام ۲۹
بخت نصر کی واپسی ۳۱
حضرت ارمیا علیہ السلام کی جیل سے رہائی ۳۱
بخت نصر کی لشکر کشی ۳۲
حضرت ارمیا اور حضرت دانیال ۳۴
شہر تستر کا بیت المال ۳۶
عیسی اور حضرت نبی کریم ﷺ کی درمیانی مدت ۳۷
بیت المقدس کی دوبارہ آبادی ۳۷
لہراسپ بادشاہ ۳۹
بیت المقدس اور ارشاد نبوی ۳۹
بیت المقدس میں عبادت کا ثواب ۴۲
بیت المقدس میں نفل نماز ۴۵
تین مسجدوں میں نمازوں کا ثواب ۴۶
ثواب اور عذاب ۴۷
بیت المقدس میں کیا گیا صدقہ ۴۹
بیت المقدس سے حج و عمرہ کا احرام ۴۹

تیل اور چراغ	۵۰
بیت المقدس کی چٹان	۵۲
بیت المقدس اور دعائیں	۵۳
بیت المقدس اور معراج النبی ﷺ	۵۷
بیت المقدس قبلہ انبیاء کرام	۵۹
حضرت آدم علیہ السلام کی وفات	٦۱
تحویل قبلہ	٦۴
فضائل ومناقب	٦۵
القدس	۷۱
قدیم تاریخ	۷۲
مسلم تاریخ	۷۳
جدید تاریخ	۷۳
بیت المقدس کی تاریخ پر ایک نظر	۷۴
یہودی قبضہ	۷۵
مسجد اقصیٰ	۷٦
مسلم تعمیرات	۷٦
فاتح بیت المقدس	۷۹
بیت المقدس کے جانباز	۸۵
فضائل مسجد اقصیٰ	۸۸
مسجد اقصیٰ کے بارے ۴۰ اہم معلومات	۹۴

اپنی بات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلحَمدُ للّٰہِ الَّذي جَلَّت نَعمَاؤُہُ عَن الإحصَاءِ وَعَلَّت آلاؤُہُ عَن أَن تُعَدَّ أَو تُحَدَّ أَو تُستَقصَی، وَبَہرَت حِکمَتُہُ وَسَبَقَت رَحمَتُہُ. فَالسَّعِیدُ مَن کَانَ بھَا مُختَصًّا، فَمِن أَجل نَعمَائِہِ الَّتِي عَمَّ بِھَا وَخَصَّ إظھَار مَظھَر الحَلَال وَھُوَ المَخصُوصُ مَعَ زِیَادَۃِ الشَّرَفِ بقَضَاءِ فَرضِ الحَجِّ وَمَا یَتَعَلَّقُ بہِ مِنَ المَنَاسِكِ مِمَّا بِہِ وَصَّی، وَإظھَار مَظھَر الجَمَالِ المَقدَس عَن دَوَاعِي الشَّوائِب وَتَخصِیصِہِ مِن بَین مَسَاجِدِ الإسلَامِ إذ ھُوَ أَکثَرُھَا مِن صِلَۃِ بقَول اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ: {سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَی بِعَبْدِہِ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِي بَارَکْنَا حَوْلَہُ}

أَحمَدُہُ وَأَشکُرُہُ عَلَی مَا مَنَّ بِہِ مِن حُصُولِ القَصدِ وَبُلُوغِ المَرَامِ مِن زِیَارَۃِ بَیتِ اللّٰہِ الحَرَامِ، وَقَبرِ نَبِیِّنَا عَلَیہِ أَفضَل الصَّلَاۃُ وَأَزکی السَّلَام. وَالمَسجدُ الأَقصَی الشَّریف وَالصَّخرَۃُ المُقَدَّسَۃُ وَمَا حَولَھَا المَشَاھِدُ وَالمَعَاھِدُ المَعرُوفَۃ بإجَابَۃِ الدَّعوَاتِ وَخَرقِ العَادَاتِ،امابعد

میں ایک دن اپنے دفتر میں بیٹھا اپنے کار تحریر میں مشغول ومنہمک تھا، اسی اثناء میں ادارہ علومہ ربانیہ میں کام کرنے والے ایک صاحب کا فون آیا، جن کو میں نہیں جانتا، لیکن وہ مجھے جانتے تھے، یا ان کے ادارے کے سربراہ کا انہیں حکم تھا کہ وہ مجھ سے رابطہ کریں، ان کا سلام پہنچائیں اور مجھے بیت المقدس پر مضمون لکھنے کی استدعا کریں۔

ادارہ علومہ ربانیہ کے سربراہ ایک روحانی عامل ہیں، جن کا اسم گرامی سید مزمل حسین شاہ ہے، ان سے ہماری شناسائی کا عرصہ بیس سال کے لگ بھگ ہے، وہ ایک خانقاہ کے متولی ہیں، ایک ماہوار رسالے کے مدیر المہام ہیں، ان کے حکم پر ہی ان کے ادارے کے ایک ساتھی نے مجھے فون کر کے بیت المقدس پر مضمون لکھنے کا کہا تھا، وہ اپنے میگزین میں بیت المقدس سے متعلق مضامین شائع کرنے کی خواہش رکھتے تھے، بندہ نے ان کے فرمان پر ہامی بھر لی۔

آج کل میرے لیے ہجوم کار بہت زیادہ ہے، اس وقت چار میگزین ہر ماہ مجھے تیار کرنا ہوتے ہیں، اٹھارہ سال پہلے ماہ نامہ آب حیات شروع کیا تھا، پھر اس کے نو سال بعد ماہ نامہ تحفہ خواتین شروع کر دیا تھا، پھر تین سال پہلے ماہ نامہ صدائے جمعیت شائع کرنا شروع کیا، اب جنوری ۲۰۱۸ سے ماہ نامہ شان دار کی اشاعت بھی شروع کر دی گئی ہے، یقیناً ان چاروں رسالوں میں دینی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے ہیں، ان چاروں کو ایک ہی رسالہ بنا دیا جائے تو بھی کام کم نہیں ہو گا، اگر چاروں بیک وقت زیور طباعت سے آراستہ ہو رہے ہیں تو بھی کام کی رفتار میں کمی نہیں ہے۔

یہ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ نے اپنی زندگی کا نشیب و فراز تحریر کو بنایا ہوا ہے، میرا شبانہ روز مشغلہ یہی ہے، میں تحریر کے ذریعے اپنے فرائض منصبیہ کو نبھانا چاہتا ہوں، اپنی تقریروں کے ذریعے دین اسلام کی اشاعت و ترویج کرنا چاہتا ہوں، میں گزشتہ تین دہائیوں سے قلم، کتاب، تحریر، تقریر اور تدریس کو اپنا مونس اور غمخوار بنائے ہوئے ہوں، اپنا نشیب و فراز بنائے ہوئے ہوں۔

سو ہجوم کار کے بیچوں بیچ جب باہر کے کسی دوست کا اس طرح کا تقاضا آجاتا ہے تو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چونکہ اپنی جاری سرگرمیاں معطل کرنا پڑتی ہیں، پھر ساتھیوں کی رضا حاصل کی جاتی ہے، یوں جب مذکورہ ادارہ کے ساتھی کا فون آیا تو میں نے ان کی فرمائش پر لکھنا شروع کر دیا، اتنا لکھا اتنا لکھا کہ مضمون ساٹھ صفحات سے متجاوز ہو گیا، میں نے سارا مضمون انہیں ارسال کر دیا کہ جتنا چھاپنا ہے چھاپ لیں۔

انہیں بیت المقدس پر مضمون بھیجنے کے بعد میرے دل میں ہلکا سا خیال آیا کہ ممکن ہے وہ مکمل مضمون شائع نہ کر پائیں، اس لیے کہ اداروں کی بڑی مجبوریاں ہوتی ہیں، مختصر تحریر سے رسائل و جرائد کا پیٹ نہیں بھرتا اور طول و طویل مضمون ایڈیٹر جتنی اور جس قدر ایڈٹ کرنا چاہے تو اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے، بڑے سے بڑا ماہر، کہنہ مشق مدیر بھی طویل مضامین کو سنبھال نہیں سکتا، پھر اس کے بس میں ہوتا ہے کہ یا تو اسے قسط

وار شائع کر دے یا پھر کسی ردی کی ٹوکری میں بہت ہی احترام سے رکھ دے، یوں ہمیشہ ان لکھاریوں کے ساتھ ہوتا ہے جو لکھتے ہیں تو لکھتے ہی چلے جاتے ہیں اور صفحوں کے صفحے لکھ جاتے ہیں، مگر ایڈیٹروں اور مدیروں کی مجبوری کہ وہ ان طویل مضامین کو کیسے اور کیونکہ یکبارگی شائع کر سکتے ہیں۔؟

خیر میں نے تصورات اور تخیلات کے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو اپنے تخیلات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اسے اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہوار میگزین ماہ نامہ صدائے جمعیت میں زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا جرات مندانہ فیصلہ کر لیا، یوں یکبارگی بیت المقدس کے عنوان سے مکمل ایک ماہ کا میگزین زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شائع ہو گیا اور ملک کے طول و عرض میں پہنچ بھی گیا، مگر ادارہ علوم ربانیہ کا شاہکار ابھی تک نگاہ گنہ گار سے نہیں گزرا، اللہ معلوم کہ شائع ہوا بھی کہ نہیں؟

مگر ارباب رسائل و جرائد یہ بات بہت اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں کہ کسی لکھاری کی اہم ترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کے نوک قلم سے وجود پانے والے حروف والفاظ، اس کے بحر دماغ سے ابلنے والے خیالات اور اس کے قلب و جگر سے پھوٹنے والے علمی سوتے بہر صورت زیور کتابت سے مزین ہونے کے بعد زیور طباعت سے بھی آراستہ ہونے از حد ضروری ہیں۔

جب ماہ نامہ صدائے جمعیت لاہور میں بیت المقدس پر مضمون شائع ہوا تو محسوس ہوا کہ ابھی تو اس بحر کی موجوں میں مزید تلاطم و تموج موجود ہے، اس بحر کی گہرائی میں ابھی مزید سیپ و موتی، لالہ و یاقوت دستیاب ہیں، ابھی بیت المقدس اور القدس شریف کے حوالے سے کافی کچھ لکھا جا سکتا ہے، چنانچہ پھر ایک جست میں لکھنا شروع کیا، اسی دوران کچھ ایسے اہل قلم و قرطاس کے مضامین پر نگاہیں مرکوز ہو گئیں کہ دیکھتے ہی عش عش کرنے لگا، ان میں ایک مضمون جناب مدثر جمال تونسوی صاحب کا بھی تھا۔

مدثر جمال تونسوی صاحب ماشاء اللہ مشہور و معروف کالم نگار ہیں، وہ ہفت روزہ القلم میں باقاعدگی سے لکھتے ہیں، وہ زرد صحافت سے دور رہ کر نظریاتی صحافت پر دل و جان سے یقین

رکھتے ہیں، وہ عالمی حالات پر بڑی پر اثر تحریریں پیش کرتے ہیں، مجھے بھی ان کی اس تحریر نے خوب خوب محظوظ کیا، اس مضمون میں انہوں نے بیت المقدس کے فضائل پر لکھا، بیت المقدس سے متعلق چالیس اہم ترین معلومات بھی انہوں نے اپنے طویل مضمون میں پیش کی ہیں۔

راقم الحروف نے ان کی یہ تحریر انہی کے نام سے بحوالہ ہفت روزہ القلم اپنے مضمون کے آخر میں شائع کر دی ہے، کیونکہ کسی بھی صاحب قلم اور صاحب تحریر کا یہ دیانت دارانہ اسلوب نگارش ہے کہ وہ کسی بھی اقتباس واکتساب کو اسی طرف منسوب کرے جہاں سے اس نے کسب فیض کیا ہے،

چونکہ اپنا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ کسی بھی صاحب مضمون کے مضمون اور تحریر کو اپنی طرف منسوب کرنا جرم عظیم، خیانت اور علمی سرقہ سمجھتا ہوں، جب محنت، مشقت، جانفشانی اور جستجو کسی اور کی ہو تو اسے میں اپنے سر کیوں سجاؤں، کیونکہ عزت و سربلندی کسی کی چیزیں اور صلاحیتیں چرانے اور چھپانے سے نہیں ملتی بلکہ عزت نعمت خداداد ہے وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

یوں مضمون کے دوسرے حصہ کی تکمیل ہوئی، جس میں بیت المقدس، القدس، مسجد اقصیٰ کی تاریخی حیثیت پر بات کی گئی، اس پر آنے والے احوال وحوادث کا تذکرہ کیا گیا، اس کے خلاف یہود ونصاریٰ کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا ذکر کیا گیا، بیت المقدس کے لیے مسلمانوں نے آج تک کیا کردار ادا کیا، مسلمانوں سے کہاں کہاں کوتاہی سرزد ہوئی، اس پر بھی کھل کر بات کی گئی ہے۔

بیت المقدس کو اب اسرائیل کا دارالحکومت بنانے کا امریکہ نے اعلان کر دیا ہے، اس پر دنیا بھر میں ایک شوروغوغا ہو رہا ہے، امریکی کے اس شر انگیز فیصلے کے خلاف نہ صرف یہ کہ دنیائے اسلام سراپا احتجاج ہے بلکہ دوسری دنیا بھی سیخ پا ہے، وہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی پالیسیوں کو دنیا کے لیے خطرناک قرار دے رہے ہیں، اقوام متحدہ میں دنیا بھر کے ممالک نے امریکہ کے اس فیصلے کے خلاف ووٹ کاسٹ کیا، اس بھری بزم میں

امریکہ کے حق میں صرف نو ووٹ آئے جب کہ دوسو سے زیادہ ووٹ امریکی فیصلے کی مخالفت میں آئے، اس پر امریکی صدر ٹرمپ خوب بڑبڑایا، فرعونی لہجے میں اس نے ان ممالک کو للکارا جنہوں نے امریکہ سے دوستی کا دعویٰ تو کر رکھا ہے مگر وہ امریکہ کے اس فیصلے کے خلاف تھے۔ ☆☆☆☆

ہمارے دوست نوید ہاشمی ایک عرصہ سے قافلہ صحافت میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں، ٹرمپ کے اس شر انگیز فیصلے اور اعلان کے خلاف انہوں نے اپنے ایمانی جذبات کو موتیوں کی لڑی کی طرح یوں پرویا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اسمبلیوں میں قراردادیں ہیں۔ احتجاجی مظاہرے ہیں، جلسے اور جلوس ہیں، نعرے اور تقریریں ہیں، لیکن بدبخت مودی ہو یا کمبخت امریکی "ٹرمپ" وہ مسلمانوں سے ڈرنے میں ہی نہیں آرہے۔

کیا امریکہ اور کیا اسرائیل، کیا برطانیہ اور کیا بھارت، یہ سب ایک تھے اور ایک ہیں۔ امریکا نے بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الحکومت تسلیم کر کے۔ مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو آئینہ دکھادیا۔

اور وہ یہ کہ تمہارا کام قرار دادیں منظور کرتے رہنا، اور ہمارا کام مسلمانوں پر مظالم کی رفتار بڑھاتے رہنا ہے، ۱۵ دسمبر ۲۰۱۷ء کا طلوع ہونے والا سورج آج بھی ہمیں یہ سمجھا رہا ہے کہ وہی یہودی اور وہی عیسائی۔ نہ یہودیت کا ذہن بدلا اور نہ ہی عیسائیوں کا ذہن اور طریقہ کار بدلہ۔ بلکہ قرآن نے بالکل سچ فرمایا تھا کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ "اے ایمان والو! یہ یہود ونصاریٰ تمہارے کبھی بھی دوست نہیں ہو سکتے"، بیوقوف تھے مسلمان ممالک کے وہ حکمران کہ جو جارج ڈبلیو بش یا اوباما کو اپنا دوست سمجھتے رہے۔ اوراب بھی اگر کوئی مسلمان ملک کا حکمران۔ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست سمجھتا ہے، تو اس کی بیوقوفی، کم عقلی اور جہالت میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

مسلمان ممالک کے صہیونیت کے غلام حکمرانوں نے، امریکی، یہودی احکامات کے تابع ہو کر، مسلمان نوجوانوں سے جہاد و قتال کی عبادت کو ختم کرنے کی جو بے پناہ کوششیں

کیں یا اب تک کر رہے ہیں، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ کفریہ طاقتیں مسلم امہ کے خلاف اپنا دباؤ بڑھاتی چلی جارہی ہیں، امریکی صدر ٹرمپ نے بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کیا، تو ہمارے ہاں ٹرمپ کے خلاف احتجاجی جلسے، جلوسوں میں، حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کو پکارا گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا صلاح الدین ایوبیؒ مغربی جمہوریت کی پیداوار تھا؟ کیا صلاح الدین ایوبیؒ سیکولر اور لبرل لادینیت نے پیدا کیا تھا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

ہم بھی کیا لوگ ہیں کہ جو ہتھیلی کے پیچھے سورج کو چھپانے کی کوششوں میں، نہ ادھر کے رہتے ہیں اور نہ ادھر کے، حضرت صلاح الدین ایوبیؒ جہادی میدانوں کے شہسوار تھے، وہ جہاد و قتال کی عبادت سے عشق کرتے تھے، قاضی ابن شداد جو سلطان الدین ایوبیؒ کے قاضی رہے، رقمطراز ہیں "جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ وپے میں سمایا ہوا تھا، اور ان کے دل و دماغ پر چھایا رہتا تھا، صلاح الدین ایوبیؒ کا موضوع گفتگو ہی جہاد اور مجاہدین رہتا تھا"

جو 'جہاد و قتال" والی عبادت صلاح الدین ایوبیؒ، محمد بن قاسمؒ اور طارق بن زیادؒ جیسے عظیم جرنیل تیار کرتی ہے، اس "جہاد و قتال" والی عبادت کا نام سن کر حکمران ہوں۔ سیاست دان ہوں یا میڈیا، کافروں کی ہمنوائی کیلئے تیار ہو جاتا ہے، آج کوئی رسوا کن ڈکٹیٹر پرویز مشرف، یا لادینیت کے کسی دوسرے "بت" سے پوچھے کہ۔ اگر یہودیوں اور امریکا کو مسلمانوں پر مظالم سے روکنے کا "جہاد" کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ ہے تو وہ بتاتے کیوں نہیں؟ تمہیں اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے، وہ "جہادی" اچھے نہیں لگتے تھے۔ جن سے واشنگٹن اور دہلی کانپ اٹھتے تھے۔ اس لئے تم نے ان غریب جہادیوں کو پکڑ پکڑ کر۔ امریکہ کے ہاتھوں ڈالروں کے عوض فروخت کیا تھا، رسوا کن ڈکٹیٹر نے واشنگٹن اور نیویارک کی حفاظت کیلئے۔ اپنے ہی وطن کو آگ وخون کے سمندر میں دھکیل ڈالا۔

القدس میں واقع قبلہ اول کہ جس کی طرف رُخ کر کے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے تقریباً اٹھارہ ماہ تک نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد سب سے بابرکت و فضیلت کا مقام رکھنے والی مسجد اقصیٰ۔ آج خون کے آنسو رورہی ہے۔

وہ عزت و شرف والی مسجد اقصیٰ۔ کہ ایک رات جس کی طرف خاتم الانبیاء ﷺ کو مکہ مکرمہ سے لے جایا گیا۔ جس مسجد اقصیٰ میں۔ امام الانبیا ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی امامت فرمائی تھی، وہ مسجد اقصیٰ اور شہر القدس آج جمہوریت کے مارے ہوئے سیاست دانوں، صہیونت کے غلام مسلمان نما حکمرانوں اور یہودیت کا چربہ بنے ہوئے۔

میڈیا کے پردھانوں سے شکوہ کناں ہے کہ کیا فائدہ تمہاری جمہوریتوں اور بادشاہتوں کا، کیا فائدہ تمہارے سیکولر اور لبرل ہونے کا ہے، تم سب مل کر جہاد اور مجاہدین کو مٹانے پر تلے کھڑے تھے۔

اگر تم امریکہ کے دم چھلے بن کر، جہاد اور مجاہدین پر پابندیاں عائد نہ کرتے، تو آج ''ٹرمپ'' جیسے بدکار کو بھی جرأت نہ ہوتی کہ، وہ القدس کو اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کرتا۔(ہفت روزہ القلم)☆☆☆☆☆

میں اپنے کو بہت سعادت مند سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مجھے اپنے دین کے ساتھ وابستگی کے ساتھ ایسا شعبہ خدمت عطا کر رکھا ہے جس سے مجھے جاننے والے، نہ جاننے والے، میرے قریب رہنے والے، مجھ سے کوسوں دور رہنے والے، بلکہ میلوں دور رہنے والے مستفید ہو رہے ہیں، کچھ کے بارے مجھے علم اور کچھ کے بارے میں بالکل نا آشنا ہوں، لیکن میں خوش ہوں کہ رب العالمین مجھے صبح و شام دینی کاموں میں مصروف رکھتے ہیں، مجھے کسی کام میں دل نہیں لگتا میں صر اور صرف اللہ کے کام میں لگنا سعادت سمجھتا ہوں اور یہی میرا نشیب و فراز ہے، میرا اوڑھنا اور بچھونا ہے، میری صبح و شام ہے۔

میں مختلف موضوعات پر لکھتا رہتا ہوں، اللہ مجھ سے جس موضوع پر چاہتا ہے موقع اور محل کی مناسبت سے لکھوا دیتا ہے، میں نے ہزاروں کالم لکھے، اخباروں میں کام کیا، بیس پچیس سال سے مسلسل لکھ رہا ہوں، لیکن آج مجھے کئی گنا زیادہ خوشی ہو رہی ہے کہ میں قبلہ اول کے بارے میں لکھ رہا ہوں، جس کے بارے میں حضرت معاذ کی روایت کے مطابق اللہ نے فرمایا کہ اے یروشلم !تو میرے شہروں میں سے چنا ہوا ہے، میں تیری

طرف اپنے چنے ہوئے بندوں میں سے ایک بندے کو لاؤں گا، جس شہر کو مخاطب کر کے رب العالمین نے فرمایا کہ میں تجھے محشر کی دھرتی بناؤں گا۔

جس شہر میں بیت المقدس موجود ہے اس کے لیے فرمایا گیا کہ جو تجھ میں داخل ہو جائے گا وہ تیل اور گندم سے مستغنی ہو جائے گا، اسی بیت المقدس کو اللہ نے فرمایا تھا کہ تو میری جنت ہے، تو میرا پاکیزہ گھر ہے، تو میرا چناہوا گھر ہے، جو تجھ میں داخل ہو گا اس پر میری رحمت برسے گی، جو تجھ سے نکلے گا اس پر میری ناراضی ہو گی۔

یہی وہ بیت المقدس ہے جس کے اندر رہنے والوں کے لیے فرمایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں، اور اللہ پر حق ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو عذاب نہ دے، جس کی صخرہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ جنت کی چٹانوں میں سے ایک چٹان ہے۔

حضرت کعب اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ آسمان کی طرف سے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، جہاں سے رحمتیں ہر صبح بیت المقدس پر اترتی ہیں، یہ سلسلہ تا قیام ہنگامہ یوم النشور جاری وساری رہے گا، اور وہ پھوار جو بیت المقدس پر اترتی ہے ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔

یہی وہ سرزمین ہے جس پر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں، بیت المقدس کی طرف تہلیل، تسبیح، تقدیس، تحمید کے ساتھ رطب اللسان ہوتے ہیں، جو ایک بار آجاتے ہیں وہ دوبارہ قیامت تک نہیں آئیں گے۔

حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں ہے کہ صخرہ بیت المقدس جنت الفردوس میں سے ہے۔

کیا سعادت اور اعزاز کی بات ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی ساتھی دوست کو یوں کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ بیت المقدس کی طرف چلو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے ان دونوں کو بیت المقدس سے باہر نکلنے سے پہلے پہلے پروانہ مغفرت عطا کر دیا ہے، یہ پروانہ ان کے لیے ہے جو دوبارہ گناہوں کی طرف قدم نہیں بڑھائیں گے۔

بیت المقدس کیسی دھرتی ہے، کیسا بابرکت گھر ہے جس میں سکونت اختیار کرنے والے کے رزق کا کفیل رب العالمین بن جاتا ہے، جو شخص یہاں اقامت اختیار کرتا ہے، پھر وہ ثواب کی نیت سے یہاں رہتا ہے اور پھر اس جگہ پر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے آسمانوں میں وفات پائی ہے، جو بیت المقدس کے اڑوس پڑوس میں فوت ہو گا وہ یوں جیسا کہ اسی کے اندر اس نے وفات پائی ہے، میٹھا پانی اسی بیت المقدس کی صخرہ کی جڑوں سے بہتا ہے اور نکلتا ہے، یہی وہ دھرتی ہے جس میں جہان والوں کے لیے برکت رکھی گئی ہے۔

یہی وہ دھرتی ہے جس کے پروردگار کا فرمان ہے کہ اس میں میری آگ ہے اور اس میں میرا نور ہے اور اس میں میرا تنور ہے، یہی وہ دھرتی ہے جس میں موسیٰ کو شرف کلام حاصل ہوا تھا، یہی وہ دھرتی ہے جہاں کے پہاڑ پر رب العالمین نے اپنے نور کی تجلی پھینکی تھی۔

یہی وہ سرزمین ہے جس پر کلیم رب العالمین حضرت موسیٰ نے اپنے رب کا نور دیکھا تھا، یہی وہ سرزمین ہے جس پر داود و پسر داؤد حضرت سلیمان علیہ السلام کو پروانہ توبہ عطا کیا گیا تھا، ملک سلیمان اسی سرزمین پر سلیمان کے سپرد کیا گیا تھا۔

نبی معظم و محتشم ﷺ کے جد امجد سیدنا ابراہیم خلیل کو اسی سرزمین پر اسحاق کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی تھی، زکریا کو بیٹے کی بشارت اسی سرزمین پر دی گئی تھی، داؤد کے لیے کوہساروں اور پرندوں کو تابع فرمان اسی سرزمین پر کیا گیا تھا۔

یہی وہ بیت المقدس ہے جس کے اڑوس پڑوس میں حضرات انبیاء کرام قربانیاں کیا کرتے تھے، یہی وہ دھرتی ہے جہاں مریم پاکدامن کو بے موسم پھل عطا کیے جاتے تھے، سردی میں گرمی کے اور گرمی میں سردی کے، کھجور کا درخت اللہ نے ان کے لیے اگایا تھا۔

یہی وہ دھرتی ہے جب لوگ مریم پاکدامن کے سفید دامن کو داغدار کرنے اور ان پر الزام تراشی کرنے لگے تو آغوش مادر سے عیسیٰ عہد شیر خوارگی میں بول پڑے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، میری ماں پاک دامن ہے، اللہ مجھے تاج نبوت سے سرفراز فرمائے گا۔

یہی وہ دھرتی ہے جہاں پر بنی اسرائیل کے سب سے آخری تاجدار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مصائب وآلام کے پہاڑ ڈھانے کی تیاری کی گئی تو انسانوں کے بیچوں بیچ سے اللہ نے انہیں زندہ وبسلامت آسمانوں کی طرف اٹھالیا تھا، یہی وہ دھرتی ہے جہاں خوان آسمانی لدا لدیا، سجاسجایا، چناچنایا اترا تھا، جس کی یاد آج بھی سورۃ المائدہ دلاتی ہے، جس کا تذکرہ پڑھ کر انسان ششدر وحیران رہ جاتا ہے۔

یاجوج اور ماجوج جیسی شریر مخلوق ساری روئے زمین پر چھا جائے گی، مگر مکہ ان کے شر سے بچا رہے گا، مدینہ ان کے شر سے بچا رہے گا اور بیت المقدس ان کی شرانگیزیوں سے محفوظ رہے گا، جب اللہ ان کو تاہ قد یاجوج وماجوج کو ہلاکت کی وادی میں اتارنے کا فیصلہ فرمائے گا تو وہ اسی بیت المقدس کی سرزمین پر اپنے انجام سے دوچار ہو جائیں گے۔

بیت المقدس کے یہ فضائل اور مناقب میں نے کتاب کے اندر تفصیل سے بیان کر دیے ہیں، آج بیت المقدس یہود بے بہبود کے شکنجے میں ہے، فلسطینی مسلمان اپنی ہمت اور بساط کے مطابق بر سر پیکار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دست گیری فرمائے، پنجہ یہود کو پاش پاش کر ڈالے، ایک وقت آئے گا جب اس دھرتی کا بوٹا بوٹا اور پتھر پتھر بولے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے اس کے انجام سے دو چار کر دو، پھر یہودیوں کو پتھروں اور درختوں کی اوٹ سے نکال کر قتل کر دیا جائے گا، وہ بھی ایسا وقت ہو گا جب یہود کو اپنے جرائم کی سزا دی جا رہی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو آزادی عطا فرمائے، اہل اسلام کو اتحاد واتفاق کی دولت سے مالامال فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اسلام

محمودالرشیدحدوٹی

جامعہ رشیدہ مناواں لاہور

۱۴ فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ، رات ڈیڑھ بجے۔

بیت المقدس

مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، مسجد ایلیا، القدس، سلم، شلم، بیت السلام، ارشلم، ارشلیم، بیت ایل، صیہون، قصرون، بابوش، کورشلاہ، شلیم، ازیزل، صلون، زیتون، یہ سارے نام اس بابرکت جگہ کے ہیں جس کے گرد اللہ تعالیٰ نے برکات رکھی ہیں، کسی جگہ اور چیز کے جب بہت زیادہ نام ہوں تو یہ اس جگہ کی عظمت کو مزید چار چاند لگادیتے ہیں، کثرت اسامی عظمت کی نشانی ہے، ناموں کی کثرت مسمیٰ کے شرف پر دلالت ہے، عربی کتابوں میں عرب علماء کرام نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے سترہ اٹھارہ نام تحریر فرمائے ہیں۔

اقصیٰ کا معنیٰ

"اعلام الساجد باحکام المساجد" کے مؤلف نے کھوج اور جستجو کے ساتھ سترہ نام اپنی کتاب میں جمع کیے ہیں، مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس لوگوں کی زبانوں پر موجود ہیں، مسجد اقصیٰ کا معنیٰ ہے جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے ان تمام مساجد میں سب سے دور، بعض حضرات یوں کہتے ہیں کہ اس مسجد سے آگے کوئی عبادت کی جگہ نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ جگہ گندگیوں،خباثتوں اور پلیدیوں سے بہت زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اقصیٰ نام رکھتی ہے۔

یہودیت چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے والے حضرت عبد اللہ بن سلام نے الی المسجد الاقصیٰ کی تلاوت کے بعد نبی کریم ﷺ سے اس کو مسجد اقصیٰ کہنے کی وجہ پوچھی تو تو آپ ﷺ نے یہ وجہ بیان فرمائی تھی کہ چونکہ یہ دنیا کے وسط اور درمیان میں واقع ہے اس لیے اسے مسجد اقصیٰ کہتے ہیں، نہ اس سے کم اور نہ ہی زیادہ۔اس پر عبد اللہ بن سلام نے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

بیت المقدس کا معنیٰ

بیت المقدس کا معنیٰ ہے گناہوں سے پاکیزہ مکان ، اس صورت میں اس کا اشتقاق قدس سے ہے، قدس کا معنیٰ طہارت، پاکیزگی اور برکت، قدس اسم مصدر طہارت اور پاکیزگی کے معنیٰ میں ہے، روح القدس جبریل امین علیہ السلام کو کہتے ہیں، اس لیے کہ وہ پاکیزہ روح ہیں۔ بیت المقدس کا ایک معنیٰ یہ کیا گیا کہ وہ مکان جہاں گناہوں سے پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے، اسی طرح شرک سے بلند اور پاکیزہ جگہ کو بیت المقدس کہا جاتا ہے۔

بیت المقدس کا ایک معنیٰ ہے بتوں سے پاک کیا ہوا، اسے سلم بھی کہا گیا ہے فرشتوں کے اس میں بکثرت سلام کرنے کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ ابن موسیٰ کہتے ہیں کہ اس کی اصل شلم ہے، شلم بیت المقدس کا نام ہے، عبرانی زبان میں اس کا معنیٰ ہے بیت السلام۔ ار شلم کا معنیٰ ہے رب کا گھر، اسی طرح بیت المقدس کو زیتون کہا جاتا ہے مگر اسے حرم نہیں کہا جاتا۔

بیت المقدس کا شرف

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں اس جگہ کا یوں ذکر فرمایا ہے

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} [الإسراء: ١]

پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

بیت المقدس کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہی فضیلت کیا کافی نہیں تھی کہ اس کا ذکر خیر قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب میں آیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے برکت والی

سرزمین بتایا ہے، اس کے گرد قدرت والے نے برکتیں ہی برکتیں رکھی ہیں، اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو شب معراج میں یہاں سے گھما کر آسمانوں کی سیر کروانے کی ایک غرض یہ تھی کہ انہیں اس عظیم جگہ اور مکان کی فضیلت سے آگاہ کیا جائے، آپ ﷺ کے سامنے بیت اللہ شریف اور اور بیت المقدس دونوں گھروں کی فضیلت واضح کر دی جائے، ان کی بزرگی واضح کر دی جائے۔

اگر یہ بات مقصود نہ ہوتی تو پھر اللہ بیت اللہ شریف سے ہی آسمانوں کی طرف بلا لیتے، کیونکہ جس طرح بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف جانا تھا اسی طرح بیت اللہ سے بھی جایا جا سکتا تھا، پھر یہاں سورۃ الاسراء کے آغاز میں اللہ نے لفظ سبحان استعمال فرمایا کہ انسانی عقل میں شاید یہ بات نہیں آسکتی مگر اللہ جل جلالہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔ بیت اللہ ہو یا بیت المقدس، مسجد الحرام ہو یا مسجد اقصیٰ دونوں ہی قدرت والے کی قدرت کا شاہکار عظیم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے گرداگرد برکات رکھی ہیں، اللہ نے بیت المقدس کے گرد نہریں رواں دواں کی ہیں، پھلوں اور پھولوں سے اسے مزین کیا ہے، یہاں کی برکات کو ظاہر فرمایا ہے، اللہ کے ہاں برکات کے بیش بہا خزانے موجود ہیں، جو اعلیٰ اور اتم درجے میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ

{ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ} [البقرة: ٥٨]

تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ، یہاں سے بافراغت جو مرضی ہے کھاؤ، دروازوں سے سجدہ کرتے ہوئے تم نے داخل ہونا ہے، ہمیں معاف کر دے کے کلمات کہتے ہوئے داخل ہونا ہے، اس پر ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، اور ہم نیکوکاروں کو زیادہ دیتے ہیں۔

یہ اعزاز مسجد اقصیٰ ہی کو حاصل ہوا کہ اس میں سجدہ کرنے والے کو معافی کا پروانہ دینے کا وعدہ کیا گیا، کسی اور جگہ کے لیے یہ اعزاز نہیں ہے، اللہ نے مسجد اقصیٰ کو اس اعزاز کے ساتھ خاص کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم اور اپنے نبی حضرت لوط علیہما السلام کے بارے میں فرمایا کہ

{وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ} [الأنبياء: ٧١]

ہم نے اسے اور لوط کو ایسی سرزمین کی طرف نجات عطا کی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکات رکھی ہیں۔

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ

اس سے مراد بیت المقدس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے، بیت المقدس ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے۔

{وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ} [المؤمنون: ۵۰]

اور مریم کے بیٹے (عیسی علیہ السلام) کو اور ان کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پر سکون جگہ تھی، اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کے طور پر بغیر باپ کے بیت اللحم کے مقام پر پیدا ہوئے تھے، بیت اللحم کا بادشاہ ان کی والدہ کا دشمن ہو گیا تھا، اس لئے حضرت مریم (علیہا السلام) کو وہاں سے نکل کر کسی ایسی جگہ اپنے آپ کو اور اپنے صاحبزادے کو چھپانا پڑا جہاں اس بادشاہ کی پہنچ نہ ہو، قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ایک ایسی بلند جگہ پر پناہ دی جو ان کے لئے پر سکون بھی تھی، اور وہاں چشمے کا پانی بھی بہتا تھا جو ان کی ضروریات پوری کر سکے۔ (آسان ترجمہ عثمانی)

حضرات مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے، کس قدر اعزاز اور فضیلت کی بات ہے۔

☆☆

ارض مقدس

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ

{ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ} [المائدة: ۲۱]

اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے، اور اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو، ورنہ پلٹ کر نامراد جاؤ گے۔

مقدس سرزمین سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے؛ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو انبیاء کرام مبعوث کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا، اس لئے اس کو مقدس فرمایا گیا ہے۔

جس واقعے کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصل وطن شام اور بالخصوص فلسطین کا علاقہ تھا، فرعون نے مصر میں ان کو غلام بنا رکھا تھا، جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب وہ فلسطین میں جا کر آباد ہوں، اس وقت فلسطین پر ایک کافر قوم کا قبضہ تھا جو عمالقہ کہلاتے تھے، لہٰذا اس حکم کا لازمی تقاضہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل فلسطین جا کر عمالقہ سے جہاد کریں مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ بھی کر لیا گیا تھا کہ جہاد کے نتیجے میں تمہیں فتح ہو گی، کیونکہ یہ سرزمین تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اس حکم کی تعمیل میں فلسطین کی طرف روانہ ہوئے، جب فلسطین کے قریب پہنچے تو بنی اسرائیل کو پتہ چلا کہ عمالقہ تو بڑے طاقتور لوگ ہیں، دراصل یہ لوگ قوم عاد کی نسل سے تھے اور بڑے زبردست ڈیل ڈول کے مالک تھے، بنی اسرائیل ان کی ڈیل ڈول سے ڈر گئے اور یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے اور اس نے فتح کا وعدہ کر رکھا ہے۔(ترجمہ عثمانی)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مبارکاً لیا ہے اور ایک جگہ پر اس کا نام مقدساً لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

{يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَى نُصُبٍ يُوفِضُونَ} [المعارج: ۴۳]

جس دن یہ جلدی جلدی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جارہے ہوں۔

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں اس سے مراد بیت المقدس کی طرف دوڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ} [یونس: ۹۳]

اور ہم نے بنو اسرائیل کو ایسی جگہ بسایا جو صحیح معنی میں بسنے کے لائق جگہ تھی۔

بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ انہیں شام میں اور خصوصاً بیت المقدس میں ٹھکانہ عطا فرمایا تھا۔

ارشاد ربانی ہے

{يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ} [ق: ۴۱]

اور ذرا توجہ سے سنو! جس دن ایک پکارنے والا ایک قریبی جگہ سے پکارے گا۔

بعض حضرات مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ پکارنے والا بیت المقدس کی چٹان سے پکارے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ} [النازعات: ۱۴]

جس کے بعد وہ اچانک ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔

اس ساہرہ سے مراد بیت المقدس کی جانب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ} [التين: ۱]
قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق ہے اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
{فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ} [الحدید: ۱۳]
پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا جس کے اندر کی طرف رحمت ہو گی، اور باہر کی طرف عذاب ہو گا۔

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ جس دیوار کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے، جس کے اندر کی طرف رحمت ہو گی اور باہر کی طرف جہنم ہو گی۔

ان آیات مبارکہ میں بیت المقدس کی فضیلت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ اور مقام کیا ہے، جہاں ہزاروں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، جہاں ان کی آخری آرام گاہیں موجود ہیں، جہاں سارے انبیاء کرام کا اجتماع ہوا تھا، جہاں میدان محشر برپا ہو گا، جس کے گرداگرد برکات رکھی گئی ہیں۔

تین مساجد

مسجد اقصیٰ ان تین مساجد میں شمار ہوتی ہے جن کی طرف رحت سفر باندھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین مساجد کی طرف ہی رخت سفر باندھا کرو۔

ان تین مساجد میں ایک مسجد الحرام ہے جو مکہ معظمہ میں ہے، دوسری مسجد نبوی شریف ہے جو مدینہ منورہ میں ہے اور تیسری مسجد فلسطین کی مسجد اقصیٰ ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ارشاد فرمایا کہ
تم لوگ تین مسجدوں کے علاوہ کسی طرف رخت سفر نہ باندھا کرو، ایک مسجد الحرام ہے، ایک میری مسجد نبوی ہے اور ایک بیت المقدس کی مسجد ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دو دنوں میں روزہ نہیں ہے، اسی طرح فرمایا کہ فجر کی نماز سے لے کر طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے، اسی طرح فرمایا کہ کوئی عورت دو دن تک اس حالت میں سفر نہ کرے کہ اس کے ہمراہ اس کا خاوند یا اس کا محرم رشتہ دار نہ ہو، ایک روایت میں تین دن کا بھی ذکر ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! روئے زمین پر کون سی مسجد پہلے پہل رکھی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد الحرام زمین پر پہلے پہل رکھی گئی تھی، پھر ابوذر غفاریؓ نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد مسجد اقصیٰ۔

حضرت عمران بن حصینؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مدینہ منورہ کس قدر خوبصورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو بیت المقدس کو دیکھے تو وہ کیسا لگے گا؟ بیت المقدس تو اس سے زیادہ خوبصورت ہے، اس روایت میں آپ ﷺ نے بیت المقدس کی سرزمین کو خوبصورت قرار دے کر مدینہ کی شان یوں بیان فرمائی کہ اس کو عزت میری وجہ سے دی گئی ہے، میں اس میں زندہ ہوں اور اس میں فوت ہوں گا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں مکہ سے ہجرت ہی نہ کرتا، میں نے مکہ میں چاند کو بہت ہی خوبصورت دیکھا ہے۔

حضرت کعب نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت الحرام بیت المقدس کی زیارت نہ کرلے، دونوں کو اکٹھے جنت کی طرف لیجایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۵ میں فرمایا کہ ہم نے زبور یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کا وارث اپنے نیکوکار بندوں کو بنائیں گے۔

اس ارض سے مراد بعض نے سرزمین جنت لی ہے، اس کا وارث ان لوگوں کو بنایا جائے گا جو اللہ کی اطاعت کو جانتے ہیں، بعض یہ کہتے ہیں کہ زمین سے مراد دنیا ہے جب کہ صالحون (نیکوکار) سے مراد امت محمد ﷺ ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں، بعض کہتے ہیں کہ زمین سے مراد یہاں وہ جگہ ہے جہاں اہل ایمان کی روحیں جمع ہوں گی، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ارض مقدس ہے، جس کی وارث امت ہو گی۔

بیت المقدس سے مسلمانوں کو روکنے والے

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ آیت ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

{وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ} [البقرة: ۱۱۴]

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگا دے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے؟ اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور انہی کو آخرت میں زبردست عذاب ہو گا۔

یہ آیت رومیوں کے بیت المقدس سے مسلمانوں کو روکنے پر نازل ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر دیا تھا اور رسوا کر دیا تھا، ان میں سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، اگر ہوتا بھی تو ڈرتے ہوئے۔

بیت المقدس پر نزول رحمت

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزانہ بیت المقدس کی طرف دو بار دیکھتے ہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ آسمان سے ایک دروازہ جنت کی دروازوں میں سے کھول دیا جاتا ہے جہاں سے ہر صبح کو بیت المقدس پر رحمت نازل ہوتی ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے ہاں روئے زمین پر بیت المقدس کی مثل کوئی جگہ نہیں ہے، اللہ کے لیے اونچی اونچی مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر صبح کو اپنی رحمت اس سرزمین پر اتارتا ہے پھر باقی زمین پر اتارتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنت کے ٹکڑے کی طرف دیکھنا چاہتا ہے تو وہ بیت المقدس کی طرف دیکھے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جنت بھی بیت المقدس کا شوق رکھتے ہوئے اس کی طرف جھکتی ہے، اور بیت المقدس جنت الفردوس میں سے ہے، اور فردوس جنت کا اعلیٰ مقام ہے، جو جنت میں ایک اونچی جگہ ہے، جنت کے درمیان میں ہے، بلند ہے اور افضل ہے۔

بیت المقدس، بیت الحرام اور مسجد نبوی

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بیت الحرام کی طرف آئے گا اس کی بخشش کی جائے گی اور اس کے آٹھ درجات بلند کیے جائیں گے، اور جو مسجد الرسول ﷺ کی طرف آئے گا اس کی بخشش کی جائے گی اس کے سات درجات بلند کیے جائیں گے، اور جو بیت المقدس میں آئے گا اس کی بخشش کر دی جائے گی اور اس کے چار درجات بلند کیے جائیں گے۔

فرمایا کہ جو شخص ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے بیت المقدس میں روزانہ پچیس مرتبہ استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت گاہوں سے بچائے گا، اور اللہ تعالیٰ اسے ابدالوں میں داخل فرمائے گا۔ (اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصیٰ)

حضرت خالد بن سعدان فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کے برابر میں آسمان میں ایک دروازہ ہے، جہاں سے اللہ تعالیٰ روزانہ ستر ہزار فرشتے اتارتے ہیں جو ان لوگوں کے لیے استغفار کرتے ہیں جو بیت المقدس میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔(ایضاً)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

إِنَّ للّٰه بَابًا فِي سَمَاءِ الدُّنيَا نَحوَ بَيتَ المُقَدَّسِ يَنزِلُ مِنهُ كُل يَوم سَبعُونَ أَلفَ مَلَكٍ يَستَغفِرُونَ اللّٰهَ لِمَن أَتَى بَيتَ المُقَدَّسِ فَصَلَّ فِيهِ۔(اتحاف الاخصا بفضائل المسجدالاقصیٰ)

بے شک اللہ کے لیے بیت المقدس کی طرف آسمان دنیا میں ایک دروزاہ ہے، جس سے ستر ہزار فرشتے روزانہ اترتے ہیں جو اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں جو بیت المقدس میں آتا ہے اور اس میں نماز پڑھتا ہے۔

اللہ کے پڑوسی

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

أَهلُ بَيتِ المُقَدَّسِ جِيرَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ -تعالی- أَن لَّا يُعَذِّبَ جِيرَانَهُ۔(اتحاف الاخصا)

بیت المقدس والے لوگ اللہ کے پڑوسی ہیں، اور اللہ جل شانہ اپنے پڑوسیوں کو عذاب نہیں دے گا۔

حضرت ابی جریج حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَسُوقَ خِيَارَ عِبَادَهُ إِلَى بَيتِ المُقَدَّسِ فَيُسكِنَهُمُ اللّٰهُ إِيَّاهَا

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیکوکار بندوں کو بیت المقدس میں نہیں لائے گا اور اللہ تعالیٰ انہیں وہاں ٹھہرائے گا نہیں۔(ایضاً)

فرشتوں اور نبیوں کی سجدہ ریزیاں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے بنایا اور اسے آباد کیا، اس میں کوئی ایک بالشت کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس پر کسی فرشتے یا نبی نے سجدہ نہ کیا ہو، ہو سکتا ہے کہ تیری پیشانی یہاں سجدہ کرتے ہوئے کسی ایسی جگہ پر ٹکے جہاں کسی فرشتے یا نبی نے سجدہ کیا ہو۔ (ایضاً)

اسی طرح مقاتل بن سلیمان کا فرمان ہے کہ بیت المقدس میں ایک بالشت کی جگہ ایسی نہیں جس پر کسی نبی مرسل نے سجدہ نہ کیا ہو یا جس پر کسی مقرب فرشتے نے قیام نہ کیا ہو۔

ستر ہزار فرشتوں کا نزول

بیت المقدس کے فضائل میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر رات ستر ہزار فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں، جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، جو اللہ اکبر کہتے ہیں، جو سبحان اللہ کہتے ہیں، جو الحمد اللہ کہتے ہیں، جو قدوس کہتے ہیں، جو اللہ کی بزرگی، بڑائی بیان کرتے ہیں، پھر یہ ستر ہزار فرشتے قیامت کی صبح تک واپس نہیں لوٹیں گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بیت المقدس میں تشریف لائے تو یہاں انہوں نے تین دن اور تین راتیں قیام کیا، ان تین دنوں اور تین راتوں میں آپ نے یہاں روزے رکھے اور نمازیں ادا کیں، جب وہ یہاں سے نکلے تو آپ ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے گناہ ختم نہیں ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں، اس کے بعد تم دیکھ لو کہ اپنی بقیہ عمروں میں کیا کرتے ہو؟

حضرت مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی چٹان جسے صخرہ بیت المقدس کہا جاتا ہے دنیا کے وسط میں ہے، جب کوئی شخص اپنے ساتھی کو کہتا ہے کہ چلو ہم

بیت المقدس چلیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے ان دونوں کو بیت المقدس سے باہر نکلنے سے پہلے معاف کر دیا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ دونوں اپنے گناہوں پر اصرار نہ کریں۔

سرزمین بیت المقدس میں سکونت

حضرت مقاتل نے فرمایا کہ جس نے بیت المقدس میں سکونت اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے رزق کی کفالت کرتا ہے، اگرچہ اس کا مال ختم ہو جائے، جو شخص بیت المقدس میں ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور فوت ہو جائے تو وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے آسمان میں وفات پائی ہو، جو شخص بیت المقدس کے ارد گرد فوت ہوا وہ ایسا ہے جیسے بیت المقدس کے اندر اس نے وفات پائی، بیت المقدس وہ پہلی سرزمین ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے برکات رکھی ہیں، بروز محشر بیت المقدس کی سرزمین کا ایک بلند مرتبہ اور مقام ہو گا۔

بیت المقدس کا مقام

بیت المقدس، ارض المقدس کا اللہ کے ہاں کیا مقام ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ

{إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ} [الأنبياء: ۷۱]

اور ہم انہیں اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہان کے لوگوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔

جس سرزمین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے برکات کا ذکر فرمایا وہ یہی سرزمین بیت المقدس ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ بیت المقدس کی طرف چلیے، جہاں میری آگ ہے، جہاں میرا نور ہے، جہاں میرا تنور ہے، جس کے بارے میں فرمایا تھا کہ وَفَارَالتَّنُورُ، (تنور نے جوش مارا) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرزمین بیت المقدس ہی میں کلام فرمایا تھا، جس پہاڑ پر اللہ نے اپنی تجلی

ڈالی تھی وہ سرزمین بیت المقدس ہی کا پہاڑ تھا، حضرت موسیٰ نے نور الٰہی کا مشاہدہ جس سرزمین پر کیا تھا وہ یہی سرزمین بیت المقدس تھی۔

بیت المقدس کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص جب اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو ہم بیت المقدس کی زیارت کے لیے چلتے ہیں پھر وہ دونوں ایسا ہی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لیے کہتے ہیں کہ تمہیں مبارک ہو۔

حضرت مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کی توبہ سرزمین بیت المقدس میں قبول فرمائی تھی، بیت المقدس ہی میں اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو تاج شاہی سے نوازا تھا، یہی وہ مقام مقدس ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کے فرزند ارجمند حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی، یہی وہ مقام ہے جہاں بیت المقدس میں فرشتوں نے داؤدی محراب کی دیوار بنائی تھی، یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر کر دیے تھے، پرندے تابع فرماں کر دیے تھے، اسی مقام پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قربانیاں کیا کرتے تھے۔

بیت المقدس ہی میں ہر رات کو فرشتے اترتے ہیں، اسی مقام پر حضرت مریم کو سردی میں گرمی کے اور گرمی کے موسم میں سردی کے موسم کے پھلوں سے نوازا جاتا تھا، بیت المقدس ہی میں اللہ تعالیٰ نے پاکدامن بی بی مریم کے لیے کھجور کا درخت اگایا تھا، یہی وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، یہی وہ مقام ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بسلامت آسمان کی طرف اٹھالیا تھا، یہی وہ مقام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے چنا چنایا، سجا سجایا، لدالدایا دستر خوان آسمان سے اتارا تھا۔

یاجوج اور ماجوج قیامت سے پہلے تمام روئے زمین پر غالب ہو جائیں گے مگر بیت المقدس ہی ایسی جگہ ہے جہاں پر ان کو غلبہ حاصل نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو

سرزمین بیت المقدس ہی میں ہلاکت سے دوچار کریں گے، یہی وہ دھرتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ روزانہ اپنی بھلائی کی نگاہ فرماتے ہیں۔

جس رات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے فرشتے بھیجے کہ میرے حبیب ﷺ کو جاکر مکہ سے لے آؤتو اس رات آپ ﷺ کے لیے جنتی براق بھیجی گئی تھی، جس پر فرشتوں نے آپ ﷺ کو مکہ سے سوار کیا اور بیت المقدس لے گئے، یہی وہ جگہ ہے جس کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق نے وصیت کی تھی کہ جب وہ دونوں فوت ہو جائیں گے تو انہیں یہاں دفن کیا جائے، حضرت مریم کا انتقال بھی بیت المقدس میں ہوا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ثا سے ہجرت کرکے بیت المقدس پہنچے تھے، آخری زمانہ میں بھی ہجرت بیت المقدس کی طرف ہی ہو گی، تابوت اور سکینہ بیت المقدس ہی سے اٹھایا گیا تھا، ایک زمانہ تک نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا کرتے رہیں، دوزخ کے فرشتہ خازن کو نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات بیت المقدس ہی میں دیکھا تھا۔

بیت المقدس وہ مبارک اور خوش نصیب سرزمین ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ براق میں تشریف لائے تھے، پھر جب آپ ﷺ آسمان سے واپس زمین کی طرف تشریف لائے تو بیت المقدس ہی میں اترے تھے، بیت المقدس ہی وہ سرزمین ہے جس کی طرف آپ ﷺ کو رات کی تاریکی میں لایا گیا تھا۔

اہل علم و عرفاں کہتے ہیں کہ سرزمین بیت المقدس ہی وہ مبارک اور خوش نصیب زمین ہے جو محشر اور منشر ہو گا، یہ لوگوں کے جمع ہونے اور پھیلنے کی جگہ ہو گی، یہی وہ جگہ ہے جہاں رب العالمین بادلوں کے سایہ میں جلوہ افروز ہو گا، یہی وہ سرزمین ہے جس کی طرف فرشتے نزول فرمائیں گے، یہی وہ جگہ ہے جہاں پلصراط نصب کی جائے گی، جس پر جہنم کو کھڑا کیا جائے گا، جنت کی طرف جو راستہ جائے گا اسے یہاں سے ہی گزارا جائے گا۔

نامۂ اعمال تولنے کے لیے ترازو اسی مقام پر نصب کیا جائے گا، فرشتوں کی صفیں بروز محشر بیت المقدس ہی میں کھڑی ہوں گی، اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس ہی سے قیامت کا صور پھونکیں گے، اور ایک آواز دیں گے کہ

أَيَّتُهَا العِظَامُ البَالِيَةُ وَاللُّحُومُ المُتَمَزِّقَةُ وَالعُرُوقُ المُتَقَطِّعَةُ، اُخرُجُوا إِلىٰ حِسَابِكُم "وَتُنفَخُ" "فِيهِ" أَروَاحُكُم وَتُجَازُونَ عَلَى أَعمَالِكُم۔

اے بوسیدہ ہڈیو، اے گوشت کے ٹکڑو، اے کٹی ہوئی رگو اپنے حساب کی طرف نکلو، ان میں تمہاری روحیں پھونکی جائیں گی، تم اپنے اعمال کا بدلہ دیے جاؤگے۔

یہ اعزاز بیت المقدس ہی کو دیا جائے گا کہ لوگ یہاں سے دوزخ اور جنت کی طرف جائیں گے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

{يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ} [الروم: ۱۴]

یہاں جو لوگوں کے جدا ہونے کا ذکر ہے تو یہی وہ منظر ہو گا جب لوگ دوزخ اور جنت کی طرف جارہے ہوں گے، یہ سب کچھ بیت المقدس ہی سے ہو گا۔

بیت المقدس وہ سرزمین ہے جس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی نے پاکدامن بی بی حضرت مریم کی کفالت یہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت نبی کو پرندوں کی بولیاں اسی سرزمین پر سکھائی تھیں، یہی وہ دھرتی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا تھا کہ انہیں ایسی بادشاہی عطا فرمادیں جو میرے بعد آنے والے کسی انسان کو نہ ملے، کسی کے لیے وہ مناسب نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا اور تمنا پر انہیں ایسی بادشاہی کے خلعت سے نوازا تھا۔

روایات میں جس مچھلی کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی پشت پر زمین کو رکھا گیا ہے، اس کا سر سورج طلوع ہونے کی جگہ کے ساتھ لگتا ہے اور اس کی دم سورج غروب ہونے کی جگہ پر لگتی ہے، اس مچھلی کا درمیانی حصہ اسی بیت المقدس کے نیچے ہے، اور جس

شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ جنت کے باغوں میں سے کسی باغ میں چلے پھرے تو اسے چاہیے کہ صخرہ بیت المقدس میں چلے پھرے۔

اللہ اللہ، سرزمین بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے داؤدی سلطنت کو مضبوط کیا تھا، یہی وہ دھرتی ہے جہاں پر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے زرہیں بناتے تھے اور گزر اوقات کرتے تھے، ان کے بارے میں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ داؤد علیہ السلام اپنے دست مبارک کی کمائی کھاتے تھے، وہ دست مبارک کی کمائی یہی تھی کہ وہ لوہے کو جیسے چاہتے تھے موڑ لیتے تھے اور زرہیں بناتے تھے۔

تعمیر سلیمانی

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بلاؤں اور ابتلاؤں کو ہٹا دیا، طاعون کی وبا کو ختم کر دیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی مسجد بنانے کا ارادہ کیا، اللہ کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ مسجد تعمیر کریں، پھر انہوں نے عرض کی کہ کہاں تعمیر کروں؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اشارہ دیا تو انہوں نے مسجد کی تعمیر شروع کر دی، مگر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا، وفات سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو وصیت کر دی تھی کہ وہ اس کو تعمیر کروائیں گے، چنانچہ حضرت سلیمان نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق مسجد کی تعمیر شروع کی اور اسے پایہ تکمیل تک بھی پہنچایا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تکمیل و تعمیر کے لیے وحی بھیجی تو حضرت سلیمان نے جنوں اور انسانوں کے دانشوروں کو جمع کیا، زمین کے عفریتوں کو جمع کیا، بڑے بڑے شیاطین کو اکٹھا کیا، ان میں سے ایک گروہ کو تعمیر پر مامور کر دیا، ایک فریق کو چٹانیں کاٹنے کی ذمہ داری دے دی، کچھ کو ستون بنانے کی ذمہ

داری دے دی، ایک فریق کو سمندر میں غوطہ زنی پر لگا دیا تاکہ وہ سمندر سے مرجان اور موتی تلاش کرکے لائے، یہ موتی شتر مرغ اور مرغی کے انڈوں کی طرح تھے، جنہیں بیت المقدس کی تعمیر میں لیا گیا مگر وہ ٹھہر نہ سکی، جس کے باعث اسے منہدم کرنے کا حکم دیا گیا، پھر زمین کھود دی گئی، یہاں تک کہ پانی تک پہنچ گئے، پھر اس کی بنیاد پانی پر ہی رکھ دی، اس میں پتھر ڈالے گئے، پانی ان پتھروں کو پھینکتا جاتا تھا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اچھے دانشوروں اور ان کے سربراہ آصف بن برخیا کو طلب کیا، اور ان سے کہا کہ مجھے مشورہ دو، تو انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ تانبے کے بڑے بڑے مٹکے بنائیں اور ان میں پتھر بھر دیں، ان پر کچھ لکھا جائے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر یہ مٹکے پانی میں ٹھہر گئے۔

پھر انہوں نے پتھر وغیرہ اس میں ڈالے، تعمیر کی یہاں تک کہ اس کی بنیادیں بلند ہو گئیں، شیاطین اپنے مختلف کاموں میں جت گئے، ایک گروہ ان میں یاقوت وجواہرات کی کاٹ تراش میں مصروف ہو گیا، شیاطین نے معادن کی ایک سیسہ پلائی ہوئی صف بیت المقدس کی دیوار تک سیدھی کر دی، جب یہ کانوں سے پتھر یا اسطوانہ کاٹتے تو ایک دوسرے کو تھماتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس تک پہنچ جاتے تھے، ایک گروہ سفید سنگ مرمر کی تراش خراش میں مصروف تھا، اس کو سامور کہا جاتا تھا، دودھ کی طرح سفید تھا۔ سامور کی کان کے بارے میں جس نے ان لوگوں کو بتایا تھا وہ شیاطین میں سے ایک عفریت تھا جو جزیروں میں سے ایک جزیرے میں رہتا تھا۔

اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تھی، سلیمان علیہ السلام نے لوہے کے اوزار دے کر اس طرف انہیں روانہ کیا تھا، آپ کی انگوٹھی لوہے اور تانبے میں مرصع تھی، جب جنات کی طرف کوئی پیغام بھیجتے تو تانبے کی مہر لگاتے تھے، اور شیاطین کی طرف کوئی پیغام بھیجتے تو لوہے کی انگوٹھی سے مہر لگاتے تھے۔

یہ انگوٹھی گویا کہ ان کی طرف آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس کا حلقہ سفید تھا، اس کا نگینہ گویا کہ اچکتی بجلی کی طرح تھا، کوئی شخص آنکھ بھر کر اس کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا، جب یہ مہر عفریت تک پہنچتی اور اسے لایا جاتا تو وہ پوچھتا تھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے جس کے ساتھ میں ان چٹانوں کو کاٹوں؟ اس لیے کہ میں اپنی مسجد میں لوہے کی آواز کو ناپسند کرتا ہوں۔

عفریت اسے کہتا کہ میں آسمان میں ایک ایسے پرندے کو جانتا ہوں جو عقاب سے زیادہ سخت ہے، میرے خیال میں چٹان کاٹنے کا وہ بہترین ذریعہ ہے، چنانچہ وہ گیا اور عقاب کا گھونسلا تلاش کر لایا، جس میں عقاب کے بچے تھے، اس نے اس کے اوپر لوہے کی ایک مضبوط ڈھال رکھ دی۔

پھر عقاب اپنے گھونسلے کی طرف آیا، یہاں اس نے دیکھا کہ لوہے کی ڈھال گھونسلے پر رکھی ہوئی ہے، جسے اس نے اپنے پاؤں سے حرکت دی مگر وہ اسے ہٹا نہیں سکا، چنانچہ وہ آسمان میں ایک دن اور رات حلقہ بنائے ٹھہرا رہا، پھر جب واپس آیا تو اس کے ساتھ سامور کا ٹکڑا تھا، اس کے بعد شیاطین الگ الگ ہو گئے، یہاں تک کہ انہوں نے وہ اس سے لے لیا اور اسے سلیمان علیہ السلام کے پاس لائے، وہ اس سے بڑی بڑی چٹانیں کاٹا کرتے تھے۔

حضرت وہب فرماتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے شیاطین سے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ایک ایسے گھر کی تعمیر کا حکم دیا ہے جس میں کوئی چیز لوہے سے نہیں کاٹی جائے گی، انہوں نے کہا کہ اس کام پر تو صرف ایک شیطان قدرت رکھتا ہے جو سمندر میں رہتا ہے، اس کا ایک گھاٹ ہے جس پر وہ آتا ہے، آپ نے کہا کہ اس کے گھاٹ کی طرف چلو، اس کا پانی نکالو، اس کی جگہ شراب ڈالو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر یہ شیطان پانی پینے کے لیے آیا تو وہاں بدبو

پائی، اس نے کہا کہ یہ برا ہے، اور اس نے نہیں پیا، جب اس کی پیاس سخت ہو گئی تو وہ گھاٹ پر آیا اور اس نے شراب پی لی۔

جب وہ راستے میں تھا تو اسے ایک آدمی لہسن پیاز بیچتے دکھائی دیا، اس پر وہ ہنسا، پھر ایک عورت گزر رہی تھی جو لوگوں کے ساتھ کہانت کرتی تھی، اسے بھی دیکھ کر ہنسا، جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہیں اس کے ہنسنے کی اطلاع کر دی، آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرا جو دوا بیچ رہا تھا، اور ایک عورت کے پاس سے گزرا جو کہانت کرتی تھی جب کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جس کے بارے میں اسے پتا نہیں تھا۔

چنانچہ اسے تعمیر کے بارے میں بتایا تو اس نے تانبے کی ایک ہنڈیا لانے کا کہا، چنانچہ وہ ہنڈیا اس کے پاس لائی گئی، اس نے کہا کہ اسے گدھ کے بچوں پر رکھ دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، چنانچہ گدھ اپنے بچوں کی طرف آئے تو وہ ان کی طرف پہنچ نہیں رہے تھے، اور اڑ کر فضا میں ہو گئے، پھر وہاں سے اترے تو ان کی چونچ میں ایک لکڑی تھی، جو اس نے ہنڈیا پر رکھ دی، جس سے وہ پھٹ گئی، پھر وہ اس لکڑی کی طرف آئے اور وہ لے لی، اس سے انہوں نے پتھروں کو کاٹنا شروع کیا۔

بیت المقدس کو تعمیر کرنے والوں کی تعداد کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ تیس ہزار مرد تھے، ان میں سے دس ہزار کی ذمہ داری گھاس پھونس کاٹنے کی تھی، پتھر توڑنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی، کام کی نگرانی کرنے والے تین سو تھے۔

سونے اور چاندی، موتی، یاقوت اور مختلف الانواع مرجان سے اسے مزین کیا گیا تھا، جواہرات کی بھی کئی اقسام اس کی چھت، اس کے فرش، اس کے دروازوں، دیواروں ار کواڑوں میں استعمال کی گئی تھی، اس جیسی خوبصورتی کبھی دیکھی نہیں گئی تھی، اس کی چھتوں میں عود ڈالی گئی تھی۔ موسیٰ اور ہارون کا تابوت بھی س میں استعمال کیا گیا تھا۔

سلیمانی دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمر نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد نے جب بیت المقدس کی مسجد بنادی تو انہوں نے اس کے درمیان اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کا سوال کیا ایک یہ تھا کہ انہیں ایسا حکم اور فرمان ملے جو آپ کے فرمان اور حکم کی طرح ہو، چنانچہ انہیں ایسا ہی حکم دیا گیا، دوسری بات انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مانگی کہ انہیں ایسی بادشاہت دی جائے جو ان کے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو، چنانچہ انہیں ایسی بادشاہت دے دی گئی۔

جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو تیسری بات یہ عرض کی کہ بیت المقدس میں جو شخص نماز پڑھنے کے لیے آئے وہ اس سے اس حال میں نکلے کہ اس کے گناہ اس طرح معاف ہو جائیں جس طرح اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔(نسائی)

ابن ماجہ میں اس روایت پر اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو تو انہیں دے دی گئی تھیں، میں امید رکھتا ہوں کہ تیسری مجھے دی جائے گی۔یعنی خانہ کعبہ میں جو شخص نماز پڑھ کر نکلے گا تو وہ اس طرح ہو گا جسے اس کی ماں نے آج ہی جنم دیا ہو۔

سلیمان علیہ السلام نے بادشاہی کے لیے جو دعا مانگی تھی اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے، جیسے سورۃ ص میں ہے

{قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ} [ص: ۳۵]

آپ نے فرمایا اے میرے پروردگار! مجھے ایسی بادشاہی عطا فرمائیے جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

رحمت دو عالم ﷺ پر حالت نماز میں غلبہ پانے کی شیطان نے کوشش کی تو آپ ﷺ نے اسے قابو کر لیا، قابو کرنے کے بعد اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ عطا

فرمایا، میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں، یہاں تک کہ تم سارے کے سارے اسے صبح کو دیکھ لیتے، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کا وہ فرمان یاد آگیا، جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ اے میرے رب مجھے معاف کر دے، اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرمایئے جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو۔

تعمیر مسجد کے بعد دعا

جب سلیمان علیہ السلام نے مسجد کی تعمیر اور اس کی مضبوطی سے فراغت پائی تو اپنا ہاتھ بلند کیا اور لوگوں کو جمع کیا، اس کے بعد انہیں اطلاع دی کہ یہ اللہ کے لیے سجدہ گاہ ہے، اللہ ہی نے انہیں اس کی تعمیر کا حکم دیا تھا، اس میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے، جس نے اس میں سے کوئی چیز کم کی اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی۔

حضرت داؤد نے ان سے عہد کیا تھا اور اسے بنانے کی وصیت کی تھی، پھر اس کے بعد انہوں نے کھانا تیار کیا اور سب لوگوں کو جمع کیا، جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے اس قدر کھانا تیار کیا گیا تھا، پھر قربانی کرنے کا حکم دیا، جو اللہ کے لیے کی گئی، یہ قربانی مسجد کے کھلے صحن میں کی گئی تھی، دو بیل تھے جنہیں صخرہ کے قریب کھڑا کیا گیا تھا، پھر آپ صخرہ پر کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے،

اللّٰهُمَّ أَنتَ وَهَبتَ لى هَذَا المُلك مَنًّا مِنكَ وَطولًا عَلي وَعَلَى وَالِدَيَّ مِن قَبلي وَأَنتَ ابتَدَأتَني وَإِيَّاهُ بالنِّعمَةِ وَالكَرَامَةِ وَجَعَلتَهُ حَكَمًا بَينَ عِبَادِكَ وَخَلِيفَةً في أَرضِكَ وَجَعَلتَني وَارِثَهُ مِن بَعدِهِ وَخَلِيفَةً في قَومِهِ وَأَنتَ الَّذِي خَصَّصتَني بولَايَةِ مَسجِدِكَ "هَذَا" وَكَرَّمتَني بِهِ قَبلَ أَن تَخلُقَني ذَلِكَ فَلَكَ الحَمدُ عَلَى ذَلِكَ، وَلَكَ المَنُّ وَلَكَ "الفَضلُ" وَلَكَ الطَّولُ

اے میرے اللہ! تو ہی نے مجھے احسان کرتے ہوئے یہ بادشاہی عطا فرمائی ہے، یہ تیرا مجھ پر اور میرے والد پر مجھ سے پہلے احسان و مہربانی تھی، تو ہی نے مجھے اور انہیں نعمت اور بزرگی سے نوازا، تو نے انہیں اپنے بندوں کے درمیان حکم بنایا ہے، اپنی زمین میں خلیفہ

بنایا، مجھے ان کے بعد ان کا وارث بنایا، ان کی قوم میں خلیفہ بنایا، تو ہی وہ ذات ہے جس نے مجھے اپنی اس مسجد کا متولی بنا کر خصوصیت عطا فرمائی، تو نے مجھے اس کے ذریعے شرافت عطا کی، تیرے ہی لیے اس پر حمد وستائش ہے، تیرا احسان ہے، تیرا فضل ہے، اور تیری ہی طاقت ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَأَسأَلُكَ لِمَن دَخَلَ هَذَا المَسجدَ خَمسَ خِصَال أَن لَّا يَدخُلَ إِلَيهِ مُذنِبٌ لَا يَعمِدُهُ إِلَّا لِطَلب التَّوبَةِ أَن تَتَقَبَّلَ مِنهُ تَوبَتَهُ وَتَغفِر لَهُ وَلَا يَدخُلُهُ خَائِفٌ لَا يَعمِدُهُ إِلَّالِطَلب الأَمن أَن تؤمِنَهُ مِن خَوفٍ وَتَغفِر لَهُ وَلَا يَدخُلهُ مُقحَطٌ لَا يَعمِدُهُ إِلَّا لِطَلبِ الاِستِسقَاءِ أَن تُسقِيَ بلَادَهُ وَأَن لَّا تَصرف بَصَرَكَ عَمَّن دَخَلَهُ حَتَّى يَخرُجَ مِنهُ

اے میرے اللہ! میں اس مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے تجھ سے پانچ باتوں کا سوال کرتا ہوں، ایک تو یہ کہ کوئی گناہ گار اس میں داخل نہ ہو، جو بھی اس کی طرف آئے وہ توبہ کی طلب پر آئے، یہ عرض کرتا ہوں کہ توبہ کے طلب گار کی توبہ قبول کی جائے، اس کی بخشش کی جائے، کوئی خوف زدہ اس میں داخل ہو تو امن طلب کرنے کے ارادے سے داخل ہو اور تو اسے خوف سے امن عطا فرمادے، اور اسے معاف کر دے، کوئی قحط زدہ اس میں بارش کی طلب میں داخل ہو تو اس کے شہر کو پانی عطا فرمادے، اپنی نگاہ اس سے نہ پھیرے جو اس میں داخل ہو اس سے نکلنے تک۔

اَللّٰهُمَّ إِن أَجَبتَ دَعوَتِي وَأَعطَيتَنِي مَسأَلتِي فَاجعَل عَلَامَةَ ذَلِكَ أَن تَقبَلَ قُربَانِي فَتَقَبَّلِ القُربَان

اے میرے اللہ! اگر تو میری دعا قبول فرمالے، میرے سوال پر مجھے عطا کرے تو اس کی کوئی نشانی بنادے کہ تو نے میری قربانی قبول کر لی۔

ابو العوام سے پوچھا گیا کہ بیت المقدس میں نماز کے اندر کیا کہا جاتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا گیا کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام جب مسجد بیت المقدس کی تعمیر

سے فارغ ہوئے تو تین ہزار گائیں اور سات ہزار بکریاں ذبح کیں، پھر مسجد کے پچھلے حصے میں باب الاسباط کی طرف آئے، یہ وہ جگہ تھی جسے کرسی سلیمان کہا جاتا تھا، اور یوں دعا فرمائی

اَللّٰهُمَّ مَن آتَاهُ مِن ذِي ذَنب فَاغفِر لَهُ وَذِي ضُرٍ فَاكشِف ضُرَّهُ

اے میرے اللہ! گناہ گاروں میں سے جو کوئی اس میں آئے اسے معاف کر دے، جو مبتلائے تکلیف اس میں آئے اس کی تکلیف دور کر دے۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی بیت المقدس میں آئے گا اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا لگ جائے گی، جس جگہ یہ دعا مانگی گئی یہ سلیمان کی کرسی کے نام سے جانی جاتی ہے، یہ ان مشہور مقامات میں سے ایک ہے جو دعا قبول ہونے میں مشہور ہے۔

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی مسجد بنائی اور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس کے دروازے بند کیے گئے، سلیمان علیہ السلام نے انہیں کھولنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں کھلے، پھر آپ نے دعا کی کہ میرے والد داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے اسے کھول دیجیے، چنانچہ اس کے دروازے کھل گئے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے قاریوں میں سے دس ہزار لوگ بیت المقدس کی خدمت کے لیے مقرر کیے ہوئے تھے، ان میں سے پانچ ہزار دن کے لیے مقرر تھے اور پانچ ہزار رات کی خدمت کے لیے مامور تھے، اس لیے دن اور رات میں کوئی گھڑی ایسی نہیں تھی جس میں عبادت نہ کی جاتی ہو۔

دعائے داؤدی

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی چابی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ہوا کرتی تھی، کیونکہ وہ اس بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے، ایک رات اٹھے کہ بیت المقدس کو کھولیں تو اسے کھولنا ان کے لیے مشکل

ہو گیا، اس پر انہوں نے لوگوں سے مدد مانگی، لوگوں کے لیے بھی اسے کھولنا مشکل ہو گیا، تو پریشانی کی حالت میں بیٹھ گئے، ان کو اس وقت یہ خیال آنے لگا کہ ان کے رب نے اس سے انہیں روک دیا ہے۔

وہ اسی حال میں تھے کہ ایک بوڑھا شخص جو اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھا ان کی طرف متوجہ ہوا، یہ شخص داؤد علیہ السلام کے ہم نشینوں میں سے تھا، اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں آپ کو پریشان حال دیکھ رہا ہوں، سلیمان علیہ السلام نے اسے کہا میں اس دروازے کی طرف اٹھا کہ اسے کھولوں تو اس کا کھولنا میرے لیے مشکل ہو گیا، میں نے اسے کھولنے کے لیے انسانوں اور جنوں سے مدد چاہی مگر یہ پھر بھی نہ کھلا، اس بوڑھے شخص نے کہا کیا میں آپ کو کچھ ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو آپ کے والد اپنی پریشانی کے وقت کہتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ان سے پریشانی ہٹا دیتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا جی ضرور بتائیں، تو اس شخص نے بتایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام یوں کہا کرتے تھے، کہو

اَللّٰهُمَّ بنُورِكَ اِهتَدَيتُ وَبفَضلِكَ اِستَغنَيتُ وَبفَضلِكَ أَصبَحتُ وَأَمسَيتُ. ذُنُوبِي بَينَ يَدَيكَ، أَستَغفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ.

اے میرے اللہ، میں نے تیرے نور سے ہدایت پائی، میں تیرے فضل کے باعث مستغنی ہوا، میں نے تیرے فضل سے صبح کی، میں نے تیرے فضل سے شام کی، میرے گناہ تیرے سامنے ہیں، میں تجھ سے استغفار کرتا ہوں، اے حنان، اے منان، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کلمات کہے تو بیت المقدس کے دروازے کھل گئے۔

بیت المقدس کی بے حرمتی

تاریخ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوئی تو سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کے گیارہ سال گزر چکے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کو پانچ سو چھیالیس سال گزر چکے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ابتدائے بیت المقدس کے وقت آدم علیہ السلام کو آسمان سے اترے ہوئے چار ہزار چار سو چھہتر سال ہو چکے تھے۔

بیت المقدس اپنی شان و شوکت کے ساتھ اس وقت تک اپنی ھئیت پر برقرار ہا جب تک بخت نصر نے اس پر شبخون نہیں مارا تھا، بخت نصر نے اسے تاخت و تاراج کر دیا تھا، بخت نصر اپنی فوجوں سمیت مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گیا تھا، جہاں اس نے اس دیس کو اجاڑا تھا، بنی اسرائیل کو قتل کے گھاٹ اتارا تھا، بیت المقدس کو ویران کر ڈالا تھا، شام کو روند ڈالا تھا، اسی کے قریب تھیلے سونے اور چاندی کے وہاں سے اٹھا کر رومیہ میں جا کر پھینک دیے اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی ڈھال میں مٹی بھر کر بیت المقدس میں ڈالے۔

بخت نصر کی موت کے بعد ارمیا کے زمانہ میں حضرت عزیر علیہ السلام شام کی طرف واپس لوٹے، بنی اسرائیل کے لیے تورات اپنے حافظہ سے لکھوائی اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام کی بنیادوں سے لے کر بخت نصر کی تخریب کاری تک رہی تھی۔

ابو عبد اللہ بکری کہتے ہیں کہ بیت المقدس بخت نصر کی تخریب کاری کے بعد اس وقت تک اسی طرح رہا جب ایرانی بادشاہوں میں سے کوشک نامی بادشاہ کی حکومت آئی اور اس نے اس کو درست کیا۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ کوشک بن کوشک بن اخورش نے بخت نصر کی تخریب کاری کے ستر سال بعد تعمیر کی، پھر غسانی بادشاہوں نے شام پر غلبہ پایا، نصرانیوں نے

شام پر غلبہ پایا، جبلہ بن ایہم جیسے لوگ اس کے حکمران بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا، شام فتح ہوگیا، یہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کا دور حکومت تھا۔ حضرت عمر کے زمانے میں صلح کے طور پر بیت المقدس فتح ہوگیا تھا، پھر بیت المقدس تسلسل سے فتح عمری کے بعد مسلمانوں کی تولیت میں رہا، پھر فرنگیوں نے غلبہ پایا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اسے چھڑالیا تھا، فاطمی حکمرانوں نے اس پر غلبہ پالیا، فاطمیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلطان الاسلام والمسلمین ابو مظفر یوسف بن ایوب المعروف صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ پر فتح کروایا۔

صخرہ بیت المقدس

بیت المقدس کا تذکرہ ہو اور صخرہ کا تذکرہ نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا، دونوں کا تذکرہ لازم وملزوم ہے، اس صخرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جنت سے آیا ہے، قیامت کے دن یہ سفید مرجان کی شکل میں تبدیل ہوجائے گا۔

محمد بن منصور بن ثابت کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں صخرہ کی اونچائی بارہ گز تھی، اس کے اوپر ایک لکڑی تھی جس کی اونچائی اٹھارہ میل تھی، اور گنبد کے اوپر سونے کا ہرن تھا، جس کی آنکھوں کے درمیان ایک موتی تھا یا سرخ رنگ کا یاقوت تھا، جب سورج طلوع ہوتا تھا تو اہل عمواس اس گنبد کے سایہ میں آجاتے تھے، اسی طرح جب سورج غروب ہوتا تھا تو اریحا والے لوگ سایہ حاصل کرتے تھے۔

اس گنبد پر ایک یاقوت تھا جو رات کے وقت اس طرح چمکتا تھا جس طرح سورج کی کرنیں ہوتی ہیں، جب دن ہوتا تھا تو اس کی روشنی ختم ہوجاتی تھی، اور یہ سلسلہ برابر اس وقت تک رہا جب بخت نصر نے یہاں تباہی پھیلائی۔

☆☆☆☆

بنی اسرائیل کی شر انگیزیوں کا شکوہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا سے بنی اسرائیل کی شر انگیزیوں کا شکوہ کیا، کہ میں ان سے انتہائی محبت کرنے والے شفیق چرواہے کی طرح تھا، ان کو ہر قسم کے قحط اور ہر تنگی اور پریشانی سے بچاتا تھا اور ان کو سرسبزی وشادابی میں تروتازہ کرر کھا تھا یہاں تک کہ وہ مینڈھوں کی طرح ہوگئے اور ایک دوسرے کو سینگوں سے مارنے لگے، ان پر افسوس ہے ، انتہائی افسوس ہے، بے شک میں اس کا اکرام کرتا ہوں جو میرا اکرام کرتا ہے اور میں اس کو ذلیل ورسوا کردیتا ہوں جس کے نزدیک میرا دین ذلیل ہو ان سے پہلی اقوام میری نافرمانی سے لرزہ براندام اور خوف زدہ تھیں اور یہ میری نافرمانی سرعام کرتے ہیں، یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی اور بازاروں میں بھی، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور درختوں کی چھاؤں میں ہر جگہ گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے گناہ مجھ تک آسمان میں بھی بھر گئے ہیں، زمین بھی ان کے گناہوں سے بھر چکی ہے، پہاڑ بھی ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آچکے ہیں، زمین کے دور دراز کناروں تک چرند وپرند ان کے گناہوں کی وجہ سے ان سے نفرت کرنے لگے ہیں، یہ کسی جگہ بھی گناہوں سے رکتے نہیں ہیں، میری کتاب سے سیکھ کر نفع نہیں اٹھاتے۔

حضرت ارمیا علیہ السلام

علامہ ابن کثیر اپنی قصص الانبیاء میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ارمیا نے بنی اسرائیل کو ان کے پروردگار کے پیغامات اور سب باتیں پہنچادیں اور انہوں نے وعید وعذاب کو اچھی طرح سن لیا تو آپ کی نافرمانی پر اتر آئے اور آپ کو جھوٹا قرار دے دیا اور ان پر تہمت لگائی، اور کہنے لگے کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں، اور اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، کیا آپ کا خیال ہے کہ اللہ اپنی سرزمین اور اپنی مسجدوں، اپنی کتاب، اپنی عبادت، اپنی توحید کو بے کار کردے گا؟ پھر اس کی کون عبادت کرے گا؟ جب زمین میں

کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا، کوئی مسجد، کوئی کتاب نہ رہے گی، تو اللہ نے بہت ہی بڑا جھوٹ گھڑا ہے اور تجھ کو جنون لاحق ہو چکا ہے۔(قصص الانبیاء)

پھر انہوں نے آپ کو پکڑ کر بیڑیوں میں باندھ کر قید کر دیا، تب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بخت نصر کو بھیجا، وہ اپنے ٹڈی دل(بہت بڑا لشکر، جس طرح ٹڈیاں فصل پر چھا جاتی ہیں اس طرح کے) لشکر کے ساتھ چلنا شروع ہوا، یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے علاقوں کے قریب پہنچ گیا، پھر ان کا محاصرہ کر لیا، اس کے بعد وہ منظر پیش آیا جس کا تذکرہ قرآن کریم نے بھی کیا، کہ وہ شہروں کے درمیان گھس گئے، جب ان کا محاصرہ لمبا ہو گیا تو عاجز ہو گئے اور بخت نصر کے حکم کو تسلیم کر لیا، اور شہر کے دروازے کھول دیے، اور مجوسیوں کے لشکر گلی گلی کوچے کوچے میں گھس گئے، بخت نصر نے جاہلیت کا سلوک کرتے ہوئے ان پر سخت حکم جاری کیا اور ان پر سختی کی۔

بخت نصر نے اپنی ظالمانہ اور سنگدلانہ کاروائی کی، جس سے اس نے تہائی بنی اسرائیل کو قتل کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا، تہائی کو اپنی غلامی کی ذلت کا لباس پہنا دیا تھا، صرف لنجے، اپاہج، بوڑھے مرد اور خواتین کو چھوڑ دیا تھا، بنی اسرائیل کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالا تھا، لڑائی کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، ان کے قلعوں اور محلوں کو تاخت و تاراج کر دیا تھا، مسجدوں کو منہدم کر دیا تھا، تورات کو جلا دیا تھا، ان کی عورتوں کو ننگا کر کے بازاروں میں کھڑا کر دیا تھا۔

پھر بخت نصر نے دانیال کے بارے میں پوچھا، جس کے لیے کتاب تحریر کی گئی تھی، تو بخت نصر نے ان کو شدت میں پایا، اور ان کے گھر والوں نے کتاب اس کے حوالے کر دی اور ان کے اہل میں دانیال بن حزقیل(اصغر، میشائیل، عزرائیل اور میخائل) تھے، پھر بخت نصر اپنے عظیم لشکروں کے ساتھ بیت المقدس کے علاقوں میں داخل ہوا اور پورے وسیع و عریض ملک شام کو روند ڈالا، اور بنی اسرائیل کی خوب خونریزی کی، یہاں تک کہ انہیں فنا کر دیا۔

بخت نصر کی واپسی

پھر ان سے فارغ ہو کر واپسی شروع کی اور تمام اموال سمیٹ لیے اور قیدیوں کو آگے لگالیا، ان میں سے بادشاہوں اور احبار (علماء) کے قیدی بچوں کی تعداد نوے ہزار تک جاپہنچی تھی اور بیت المقدس میں گندگی اور کچرے ڈال کر اس کی توہین کی اور سؤروں کو اس میں ذبح کیا، سات ہزار غلام داؤد کی آل اولاد میں سے تھے اور گیارہ ہزار حضرت یوسف بن یعقوب اور ان کے بھائی بن یامین کی اولاد سے تھے اور آٹھ ہزار ایشی بن یعقوب کی اولاد سے تھے اور چودہ ہزار یعقوب کے دو فرزندان زبالون اور نفتالی کی اولاد سے تھے اور چودہ ہزار دان بن یعقوب کی اولاد سے تھے، آٹھ ہزار یستاخر بن یعقوب کی اولاد سے تھے، دو ہزار زیکون بن یعقوب کی اولاد سے تھے، چار ہزار روبیل بن یعقوب اور لاوی بن یعقوب سے اور بارہ ہزار تمام بنی اسرائیل سے تھے، ان تمام کو لے کر بخت نصر چل پڑا یہاں تک کہ اپنی سرزمین بابل میں جاپہنچا۔

حضرت ارمیا کی جیل سے رہائی

اسحاق بن نشر کہتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب بخت نصر نے جو کچھ کرنا تھا سب کر لیا تو اس سے کہا گیا کہ ان کا ایک آدمی تھا جو ان کو اس آفت ومصیبت سے ڈراتا تھا، اور انہیں سمجھاتا تھا اور آپ کے متعلق ان کو خبر دار کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ آپ ان کے بہادروں کو قتل کریں گے، بچوں کو قیدی بنائیں گے، ان کی مسجدوں کو منہدم کردیں گے، ان کے کنیسوں (گرجاگھر) کو جلادیں گے، لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے اس شخص کی بات نہ مانی اور اس کو جھوٹا قرار دے دیا اور اس پر تہمت لگائی، اسے مارا، بیڑیوں میں اسے جکڑا اور قید وبند کے حوالے کردیا۔

بخت نصر نے یہ سن کر حکم جاری کیا، پھر حضرت ارمیا کو جیل سے نکالا گیا، پھر بخت نصر نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ ان لوگوں کو اس حالت سے ڈراتے تھے؟ حضرت ارمیا

نے فرمایا کہ بالکل میں انہیں اس حالت سے ڈراتا تھا، بخت نصر نے پوچھا کہ آپ کو یہ سب کچھ ہونے سے پہلے ہی کیسے پتا چل گیا تھا؟ حضرت ارمیا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے پاس اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، لیکن انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا، بخت نصر نے پوچھا کہ کیا ان لوگوں نے آپ کو مار پیٹ کر جیل میں ڈال دیا تھا؟ حضرت ارمیا نے فرمایا کہ جی ہاں، انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

بخت نصر نے حضرت ارمیا کی باتیں سن کر فرمایا کہ بہت ہی بری قوم ہے جس نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا، اپنے رب کے پیغام کو جھٹلایا، بخت نصر نے حضرت ارمیا سے پوچھا کہ کیا آپ میرے ساتھ مل سکتے ہیں؟ میں آپ کا اکرام کروں گا، آپ کی غم خواری کروں گا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے وطن چھوڑ آؤں گا، آپ کو امن وامان عطا کروں گا، حضرت ارمیا نے فرمایا کہ میں ہمیشہ اللہ کی پناہ میں رہا ہوں، اسی کی امان میں ہوں جب تک اس کی تابعداری وفرمانبرداری میں ہوں، اگر بنی اسرائیل بھی اس کی تابعداری اور فرمانبرداری سے نہ نکلتے تو وہ کبھی تجھ سے نہ ڈرتے اور نہ تیرے علاوہ کسی اور سے ڈرتے اور نہ ہی تو ان کا کوئی نقصان کر سکتا تھا۔

بخت نصر نے بڑی تسلی سے حضرت ارمیا کی بات سنی اور انہیں چھوڑ دیا، پھر آپ واپس اپنے مقام ایلیا میں آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے، علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو پند ونصائح سے بھرپور ہونے کے باوجود غریب تسلیم کیا ہے۔

بخت نصر کی لشکر کشی

بخت نصر نے بہراسپ بادشاہ کو روم کی طرف لشکر کشی کا حکم جاری کیا، اس نے بلخ شہر بنایا تھا، جس کا لقب خنساء تھا، پھر بخت نصر نے ترکوں سے لڑائی لڑی، انہیں تنگ جگہوں میں محصور کر دیا تھا، اسی طرح بخت نصر نے شامیوں سے لڑنے کے لیے ملک شام کی طرف ایک لشکر روانہ کر دیا تھا، اس کا سپہ سالار فارس کا بادشاہ بہمن کو بنایا تھا، جو

بشتاسپ بن لہراسپ کے بعد تخت نشین ہوا تھا، اس لشکر کشی کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل نے اللہ کے رسولوں پر ظلم وستم ڈھایا تھا۔

بخت نصر نے جب دمشق میں قدم رکھا تو وہاں ایک کوڑے دان میں خون جوش مار رہا تھا، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو بخت نصر نے اس بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے اس کو اسی طرح دیکھتے آرہے ہیں، اور جب بھی اوپر کچھ تہہ جمتی ہے تو پھر یہ خون جوش مار کر ابلنے لگتا ہے۔

بخت نصر نے اس پر ان سے خوب خونریزی کی یہاں تک کہ ان کے ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، پھر کہیں جا کر خون کا یہ سلسلہ رکا۔ روایات میں ہے کہ یہ خون حضرت زکریا کے بیٹے حضرت یحیٰ علیہ السلام کا تھا، یہ بات ابن عساکر نے تحریر کی ہے جب کہ علامہ ابن کثیرؒ نے اسے درست تسلیم نہیں کیا اور واضح کیا کہ حضرت یحیٰ تو بخت نصر کے بہت عرصہ بعد شہید کیے گئے تھے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ بخت نصر سے پہلے شہید ہونے والے کسی نبی یا کسی نیک آدمی کا خون ہو۔

ہشام کلبی کی روایت کے مطابق بخت نصر بیت المقدس آیا تو بیت المقدس کے بادشاہ سے صلح ہو گئی، بادشاہ آل داؤد سے تھا، تو اس نے بنی اسرائیل کی نمائندگی کرتے ہوئے مصالحت کر لی ار بخت نصر خراج جزیہ وغیرہ لے کر واپس چلا گیا، بخت نصر طبریہ علاقہ میں پہنچا تو اسے خبر ملی کہ بنی اسرائیل نے اس کے ساتھ مصالحت کرنے والے بادشاہ پر ظلم کیا ہے اور اس سے بغاوت کر کے اسے قتل کر ڈالا ہے، یہ سب کچھ انہوں نے اس کے ساتھ بخت نصر کی مصالحت کرنے کی وجہ سے کیا ہے، پھر بخت نصر فوراً تمام لشکر وسامان لے کر واپس پلٹا اور پورے شہر بیت المقدس کو انتہائی سخت گرفت میں لیا، جنگ کرنے والوں کو تہہ شمشیر کر دیا، ان کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیے، ان کے بچوں کو قیدی بنالیا۔

راوی کہتاہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ تب بخت نصر نے قید میں حضرت ارمیا کو پایا تھا، تو بخت نصر نے آپ کو نکلوایا اور آپ نے ساری آپ بیتی دہرائی تو بخت نصر نے کہا کہ بڑی بری قوم ہے، جس نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

پھر بخت نصر نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا اور آپ کے ساتھ حسن سلوک کیا، پھر بنی اسرائیل کے باقی ماندہ گرے پڑے لوگ آپ کے گرد جمع ہوگئے اور پشیمان ونادم ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا اور خود اپنے پر ظلم کیا، اب بارگاہ عالی میں اپنی خطاؤں سے توبہ تائب ہوتے ہیں۔(قصص الانبیاء علامہ ابن کثیر)

اس زمانے سے لے کر اب تک بنی اسرائیل دنیا کے مختلف علاقوں میں تقسیم ہوگئے، ایک حصہ حجاز چلا گیا، ایک حصہ یثرب(اب اس کا نام مدینہ) چلا گیا، ایک حصہ وادی قریٰ کوچ کر گیا، ایک چھوٹی سی جماعت مصر چلی گئی، تو بخت نصر نے ان تھوڑے سے لوگوں کے لیے شاہ مصر کو پروانہ لکھا کہ ان لوگوں کو ہمارے پاس واپس کر دیا جائے، لیکن شاہ مصر نے انکار کر دیا۔

اس انکار پر بخت نصر نے اپنا لشکر لیا اور خود روانہ ہو گیا، شاہ سے لڑائی لڑی، اس پر غلبہ پایا، ان کے بچوں کو قیدی بنایا، پھر مغربی علاقوں کی طرف رخت سفر باندھا، یہاں تک کہ مغرب کے آخری علاقوں تک فتح پائی، پھر بیت المقدس، مصر تمام مغربی علاقوں اور اردن و فلسطین کے قیدیوں کو اور مال ودولت کو لے کر واپس لوٹ پڑا، انہی قیدیوں میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے، علامہ ابن کثیر نے انہیں دانیال بن حزقیل اصغر کہاہے نہ کہ اکبر، وہب بن منبہ کی روایت میں بھی یہی بات ہے۔(قصص الانبیاء)

حضرت ارمیا اور حضرت دانیال

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ بخت نصر کے ہاتھ دو شیر لگے، اس نے انہیں ایک اندھے کنویں میں پھنکوا دیا تھا، پھر حضرت دانیال کو بھی اسی کنویں میں ڈلوا دیا تھا، اللہ تعالیٰ

نے انہیں اپنی حفاظت میں رکھا، شیروں نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اللہ نے جب تک چاہا آپ اس اندھے کنویں میں رہے، حضرت دانیال کو اس کنویں میں بھوک پیاس لگنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میں موجود حضرت ارمیا کو وحی کی کہ وہ حضرت دانیال کو کھانا وغیرہ تیار کر کے کھلائیں۔

حضرت ارمیا نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں یہاں سرزمین بیت المقدس میں ہوں اور وہ سرزمین بابل میں ہیں، اللہ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو حکم دیا ہے، اس کی تکمیل آپ کر دیں، سواری کا بندوبست ہم کر دیں گے، تو آپ نے کھانا تیار کر لیا اور اللہ نے سواری مہیا کر دی، یہاں تک کہ آپ آناً فاناً کنویں کے کنارے کھڑے پائے گئے۔

حضرت دانیال نے آواز دے پر پوچھا کون ہے یہ؟ فرمایا میں ارمیا ہوں، پوچھا کیا چیز آپ کو یہاں لائی؟ فرمایا کہ مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے، حضرت دانیال نے فرمایا کہ کیا میرے رب نے مجھے یاد فرمایا ہے؟ حضرت ارمیا نے فرمایا کہ ہاں، حضرت دانیال نے فرمایا کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَنْسَى مَنْ ذَكَرَهُ، وَالْحَمْد لله الَّذِي يُجِيب مَنْ رَجَاهُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنْ وَثِقَ بِهِ لَمْ يَكِلْهُ إِلَى غَيْرِهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَجْزِي بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَجْزِي بِالصَّبْرِ نَجَاةً وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ يَكْشِفُ ضُرَّنَا بَعْدَ كَرْبِنَا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَقِينا حِين يسوء ظننا بِأَعْمَالِنَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ رَجَاؤُنَا حِينَ تَنْقَطِعُ الْحِيَلُ عَنَّا

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی نہیں بھولتا، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اپنے امیدوار کو اس کی بات کا جواب دیتا ہے۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے جو اپنے پر بھروسہ کرنے والے کو غیر کے حوالے نہیں کرتا ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے جو احسان کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیتا ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو صبر ک بدلے نجات مرحمت فرماتا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہمارے کرب واذیت کے بعد ہمیں تکلیف سے چھٹکارا دیتا ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے

لیے ہیں جب ہماری بداعمالیوں کی وجہ ہمارا گمان برا ہونے لگتا ہے تو وہ اللہ ہماری حفاظت کو آجاتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے جب ہم سے تمام آسرے ٹوٹ جائیں تو وہی ہماری امیدوں کا محور و مرکز ہوتا ہے۔(قصص الانبیاء)

شہر تستر کا بیت المال

ابو العالیہ فرماتے ہیں جب ہم نے تستر شہر (جو بصرہ کے قریب ہے اس کو) فتح کیا تو ہم نے ہرمزان بادشاہ کے بیت المال میں ایک تخت پایا، جس پر ایک شخص کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے ساتھ ایک مصحف (کتاب اللہ) تھا۔ تو ہم نے مصحف اٹھا کر حضرت عمر کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے حضرت کعب کو طلب فرمایا، تو آپ نے اس مصحف کو عربی زبان میں تبدیل کیا، پھر میں نے اس کو پڑھا اور میں پہلا عرب ہوں جس نے اس کو پڑھا، میں نے اس کو اپنے قرآن کی طرح پڑھا تھا۔

ابو خالد بن دینار راوی کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے پوچھا اس میں کیا تھا؟

فرمایا

سِيَرُكُمْ وَأُمُورُكُمْ وَلُحُونُ كَلَامِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدُ

تمہارا چال چلن، دیگر امور اور تمہارے کلام کی قسمیں وغیرہ اور جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے وہ تھا۔

پھر میں نے پوچھا کہ تم لوگوں نے اس میت کے ساتھ کیا کیا ہے؟ فرمایا کہ ہم نے دن کے وقت تیرہ قبریں الگ الگ جگہوں پر کھودیں، پھر رات کو اس شخص کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو اسی طرح قبر بنایا، تاکہ لوگوں کو آپ کا پتا نہ چل سکے اور اس کو نہ کھودیں، میں نے پوچھا لوگ اس شخص سے کیا امید رکھتے ہیں؟ فرمایا جب بھی آسمان اپنا پانی روک لیتا ہے تو لوگ اس کی چارپائی کو باہر نکالتے ہیں جس کی برکت سے ان پر بارش برستی ہے۔ پوچھا آپ اس شخص کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کون تھا؟ فرمایا

اس کو دانیال کہا جاتا تھا، پوچھا آپ کے خیال میں کتنے عرصہ پہلے وہ فوت ہوئے تھے؟ فرمایا تین سوسال۔ پوچھا پھر بھی اس کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی؟ فرمایا بس گدی پر کچھ بال بدل گئے تھے، کیونکہ انبیاء کے جسموں کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ان کے جسم کو درندے کھاسکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے تین سوسال کی مسافت کے باعث ان کے نبی ہونے کا انکار کیا ہے، بلکہ انہیں مرد صالح تسلیم کیا ہے، کیونکہ بخاری کی صحیح حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسی بن مریم کے درمیان کوئی پیغمبر نہیں گزرا۔ (قصص الانبیاء)

عیسیٰ اور نبی ﷺ کے درمیانی مدت

حضرت عیسیٰ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان چار سوسال کا عرصہ تھا، دوسرے قول کے مطابق چھ سوسال کا عرصہ تھا، ایک قول کے مطابق چھ سو بیس سال کا عرصہ تھا اور حضرت دانیال علیہ السلام کی وفات کو اندازاً آٹھ سوسال کا عرصہ حضور ﷺ سے پہلے گزر چکا تھا، تو وہ اگر حقیقت میں حضرت دانیال ہی ہیں تو پھر یہ عرصہ مناسب لگتا ہے اور خیال و قرینے کے قریب بھی لگتا ہے کہ یہ حضرت دانیال ہوں کیونکہ ان کو فارس کے بادشاہ نے قید میں ڈال دیا تھا۔

بیت المقدس کی دوبارہ آبادی

ہشام بن کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا کو وحی فرمائی کہ میں بیت المقدس کو آباد کرنے والا ہوں، اس لیے وہاں جائیں اور وہاں جاکر سکونت اختیار کریں، تو حضرت ارمیا چلے گئے، وہاں جاکر سکونت اختیار کرلی، بیت المقدس ابھی ویرانی کی لپیٹ میں تھا تو تب آپ نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس شہر میں ٹھہروں اور مجھے اللہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس کو آباد کریں گے، پھر کب اللہ اسے تعمیر کریں گے اور کب اسے آباد فرمائیں گے؟ پھر حضرت ارمیا نے سر رکھا اور نیند میں

چلے گئے، آپ کے ساتھ آپ کا گدھا اور پینے کی ٹوکری تھی، پھر آپ ستر سال تک مسلسل نیند میں رہے، یہاں تک کہ بخت نصر بھی ہلاک ہو گیا اور اس کے اوپر جو بادشاہ تھا وہ لہراسپ بھی تھا اور اس کی سلطنت ایک سو بیس سال تک رہی تھی اس کے بعد بشتاسپ بن لہراسپ کا فرزند بادشاہ بنا اور بخت نصر کی موت اس کی زندگی میں وقوع پذیر ہوئی تو اس بادشاہ کو شام کے شہروں سے خبر ملی کہ یہ علاقے خراب وویران ہو چکے ہیں، اور سرزمین فلسطین میں درندوں نے اپنا خوب خوب بسیرا کر لیا ہے اور کوئی ذی روح انسان باقی نہیں رہا ہے، تب اس بادشاہ نے بابل میں پیغام جاری کروایا کہ جو بنی اسرائیل اپنے وطن واپس جانا چاہے اسے اجازت دی جاتی ہے اور پھر بادشاہ نے آل داؤد کے ایک شخص کو ان پر بادشاہ منتخب فرمادیا اور اس کو حکم فرمایا کہ جا کر بیت المقدس کی تعمیر وترقی کرو اور اس کی مسجد کو تزک واحتشام سے دوبارہ بناؤ اور آباد کرو۔

پھر بنی اسرائیل اپنے وطن واپس لوٹے اور اسے آکر آباد کیا اور شہر میں رونقیں پھیل گئیں، ادھر اب اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا کی آنکھیں کھول دیں،اور آپ نے بیدار ہو کر شہر کی طرف نظر دوڑائی تو حیرانگی سے دہشت زدہ رہ گئے کہ یہ آن کی آن میں کیسے آباد ہوا؟ کیسے تعمیر ہوا؟ جب کہ آپ نیند میں سو سال کا عرصہ دراز بسر کر چکے تھے، پھر اللہ نے ان کو اٹھایا اور آپ اس خیال میں تھے کہ صرف چند گھڑیاں آپ نے آرام کیا ہو گا، اور اس سے پہلے شہر ویرانی اور تباہی کی سراسیمگی میں تھا اور ہر طرف ہو کا عالم تھا اور اب اس کو آباد تعمیر شدہ دیکھا تو زبان سے کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہی ہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوبارہ سے آباد وشاد کیا، وہ ہنسی کھیل میں دوبارہ اپنے وطن میں آباد ہوئے، زمانہ گزرتا رہا یہاں تک کہ پھر ان پر رومیوں نے غلبہ پالیا اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا پھر نصاریٰ کے غلبہ کے بعد بنی اسرائیل کے لیے کوئی لشکر اور کوئی بادشاہ نہ تھا۔

لہراسپ بادشاہ

ابن جریر کہتے ہیں کہ لہراسپ بادشاہ بڑا نیک اور عادل تھا، وہ اپنی رعایا کا غم خوار بادشاہ تھا، اس کے عالی اخلاق کی وجہ سے علاقے کے لوگ اور دیگر بادشاہ اس کی طرف مائل تھے، یہ بادشاہ شہروں کی تعمیر اور نہروں کی کھدائی اور جزیہ و ٹیکس وغیرہ کی وصولی میں بھی بڑے عمدہ اور اچھے منصوبے بنائے، یہ صائب رائے آدمی تھا، ایک صدی سے اوپر تخت شاہی پر بیٹھنے کے بعد اپنے بیٹے کے لیے جگہ خالی کر دی، پھر اس کے زمانے میں مجوسیوں (آگ کی پوجا کرنے والے) کا دین شروع ہوا، اس کی ابتدایوں ہوئی کہ ایک شخص جس کا نام زردشت تھا وہ حضرت ارمیا کے ساتھ رہتا تھا، اس نے حضرت ارمیا کو ناراض کیا اور غضب آلود کر دیا، تو آپ نے اس کے خلاف بد دعا کی تو زردشت کو برص کا مرض لاحق ہو گیا، تو وہ وہاں سے کوچ کر کے آزربائیجان کے علاقے میں منتقل ہو گیا، اور بشتاسپ کا ساتھی بن گیا، پھر اس نے اپنی سیاہ کاریوں اور نفس کی خواہش پر اپنی طرف مجوسیت کا دین شروع کیا اور بشتاسپ بادشاہ کو بھی اس کی فہمائش کی تو بشتاسپ اس کی باتوں میں سے گمراہ ہو گیا اور اس دین کو قبول کر لیا اور پھر اس قدر بڑھا کہ لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یہ دین قبول کر لیں اور پھر جن لوگوں نے اس کا انکار کیا جو بہت سے لوگ تھے سب کو قتل کروا دیا۔

بشتاسپ کے بعد بہمن بشتاسپ بادشاہ ہوا اور یہ فارس کا عظیم بہادر اور مشہور بادشاہوں میں سے گزرا ہے۔ بخت نصر نے ان بادشاہوں کی نیابت کی تھی۔

بیت المقدس اور ارشاد نبوی

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ زمین کے ٹکڑوں کا سردار وہ ٹکڑا ہے جہاں بیت المقدس ہے، چٹانوں کی سردار وہ چٹان ہے جسے صخرہ بیت المقدس کہا جاتا ہے، حضرت ابن عباس نے تو

یہاں تک فرمایا کہ صخرہ بیت المقدس جنت کی چٹانوں میں سے ایک چٹان ہے۔(اتحاف الاخصابفضائل المسجد الاقصیٰ)

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ کعبہ کے عین اوپر بیت المعمور ہے جو ساتویں آسمان میں ہے جہاں اللہ کے فرشتے حج کرتے ہیں، اگر وہاں سے کوئی پتھر گرے تو بیت اللہ کے پتھروں پر آن لگے، اور جنت ساتویں آسمان میں بیت المقدس کے عین اوپر ہے، اگر کوئی چٹان وہاں سے گرے تو عین بیت المقدس کی چٹان کے اوپر آن گرے، اسی لیے اسے اوسلم بھی کہا جاتا ہے، اور جنت کو دارالسلام کہا جاتا ہے۔(اتحاف)

امام زہری حضرت وہب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی اس چٹان کے لیے فرمایا کہ تیرے اندر میری جنت ہے، تیرے اندر میری دوزخ ہے، تیرے اندر میری جزا اور میری سزا ہے، اس شخص کو مبارک ہو جو تیری زیارت کرے یا دیدار کرے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے عمیر بن ہانی عبسی سے سنا وہ یوں کہتے تھے اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی اس چٹان کو قیامت کے دن سفید سنگ مرمر میں تبدیل کر دیں گے۔ایک روایت میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ بیت المقدس کی یہ چٹان سنگ مرمر کی ہو جائے گی، اس کی چوڑائی زمین و آسمان کی چوڑائی کی طرح ہو گی، پھر اس پر اللہ کا عرش رکھا جائے گا، اس کا میزان رکھا جائے گا، اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے یا دوزخ کی طرف چلے جائیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت رافع ابن خدیجؓ سے سوال کیا گیا کہ جو کچھ لوگ بیت المقدس کی اس چٹان کے بارے میں باتیں کرتے ہیں کیا وہ سچ ہیں کہ ہم انہیں لے لیں یا یہ باتیں اہل کتاب کی پھیلائی ہوئی ہیں؟ ان دونوں نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ سبحان اللہ کون شک کر سکتا ہے، جب اللہ تعالیٰ پانی پر مستوی ہوا تو بیت المقدس کی چٹان کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری جگہ ہے، یہ قیامت کے دن میرے عرش کی جگہ

ہو گی، میرے بندوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے، یہ اس کی دائیں طرف میری جنت کا مقام ہے، یہ اس کے بائیں طرف میری دوزخ کی جگہ ہے، میں اس کے سامنے اپنا ترازو قائم کروں گا، بے اللہ قیامت کے دن دیا ہو گا۔

عبدالرحمٰن بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت مقاتل بن سلیمان بیت المقدس کی طرف آئے، چٹان والے دروازے کے پاس نماز ادا کی، اس کے بعد بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، جو ان کی باتیں لکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے، میرے والد ایک بدو کی طرف متوجہ ہوئے جو ٹائل پر جوتیاں چٹخار ہا تھا، جس سے سخت آواز پیدا ہو رہی تھی، جب حضرت مقاتل بن سلیمان نے یہ سمع خراش آواز سنی تو پریشان ہو گئے، پھر اس بدوی کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس فرش پر جوتیوں سے آواز پیدا کرنے والے اپنی اس حرکت سے باز آجاؤ، تو اپنی جوتیاں جنت کے ستونوں پر چٹخار ہا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں مقاتل کی جان ہے یہاں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتے نے نماز نہ پڑھی ہو۔(اتحاف الاخصابفضائل المسجد الاقصیٰ)

مثیر الغرام کے مصنف نے حکایت کی ہے کہ انہوں نے ابو بکر بن العربی کی شرح مؤطا میں دیکھا کہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت

{وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ} [المؤمنون: ۱۸]

کی تفسیر میں چار اقوال میں سے چوتھا قول نقل فرمایا۔

کہا گیا کہ زمین کے تمام پانی بیت المقدس کی چٹان کے نیچے سے نکلتے ہیں اور یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ چٹان مسجد کے درمیان میں ہے، ہر طرف سے ہٹ کر، کوئی اس کے سوا اسے تھام نہیں سکتا جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تھاما ہوا ہے، اس کی مغربی سمت کی اوپر والی جگہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ براق پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے، اس کی یہ سمت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لیے جھک گئی تھی اور دوسری طرف میں

فرشتوں کی انگلیوں کے نشانات ہیں جنہوں نے اس کے جھکاؤ کے وقت اسے تھاما تھا، اس کے نیچے ایک غار ہے جو اس سے الگ ہے۔اس کی ہر سمت میں دروازہ ہے، جو نماز اور اعتکاف کی خاطر لوگوں کے لیے کھولا جاتا ہے، آج بھی نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کے نشانات اس پتھر پر موجود ہیں جو بیت المقدس کی اس چٹان سے الگ ہے۔

بیت المقدس میں عبادت کا ثواب

بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے چاہے یہ فرض نماز ہو یا نفل نماز، نیکیاں بھی یہاں ایک مقام رکھتی ہیں اور گناہ پر بھی یہاں اسی درجہ کی ناراضی ہوتی ہے، صدقہ اور روزہ کی بھی یہاں بڑی فضیلت ہے، حج اور عمرے کا احرام باندھنے کی بھی یہاں بڑی فضیلت ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

مَن زَارَ بَيتَ المُقَدَّسِ مُحتَسِبًا أَعطَاهُ اللَّهُ أَجرَ أَلف شَهيدٍ

جس نے ثواب کی نیت سے بیت المقدس کی زیارت کی اللہ تعالیٰ اسے ہزار شہیدوں کا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

مَن زَارَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا زَارَ بَيتَ المُقَدَّسِ وَمَن زَارَ بَيتَ المُقَدَّسِ مُحتَسِبًا حَرَّمَ اللَّهُ لَحمَهُ وَجَسَدَهُ عَلَى النَّار

جس نے عالم کی زیارت کی گویا کہ اس نے بیت المقدس کی زیارت کی اور جس نے ثواب کی نیت سے بیت المقدس کی زیارت کی اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور اس کے جسم کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مَن صَلَّى فِي بَيتِ المَقَدَّسِ غُفِرَت لَهُ ذُنُوبُهُ كُلُّهَا

جس نے بیت المقدس میں نماز پڑھی اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حضرت کعب سے روایت ہے کہ

مَن أَتَی بَیتَ المُقَدَّسِ فَصَلَّی عَن یَّمِینِ الصَّخرَۃِ وَعَن شِمَالِهَا وَدَعَا عِندَ مَوضِعِ السِّلسِلَۃِ وَتَصَدَّقَ بِمَا قَلَّ أَو کَثُرَ اُستُجِیبَ دُعَاؤُہُ وَکَشَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی حُزنَہُ وَخَرَجَ مِن ذُنُوبِہِ کَیَومِ وَلَدَتہُ أُمُّہُ وَإِن سَأَلَ اللّٰہَ الشَّهَادَۃَ أَعطَاہُ اللّٰہُ إِیَّاهَا

جو شخص بیت المقدس میں آئے پھر صخرہ بیت المقدس کے دائیں اور بائیں طرف نماز پڑھے اور زنجیر والی جگہ پر دعا مانگے اور تھوڑا بہت صدقہ نکالے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور کر دیں گے اور اس کے گناہ اس طرح نکل جائیں گے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیں گے۔

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ

مَن صَلَّی فِي بَیتِ المُقَدَّسِ ظُهرًا وَّعَصرًا وَّمَغرِبًا وَّعِشَاءً ثُمَّ صَلَّی الغَدَاۃَ خَرَجَ مِن ذُنُوبِہِ کَیَومِ وَلَدَتہُ أُمُّہُ

جس نے بیت المقدس میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر اگلی صبح کی نماز پڑھی تو اس کے گناہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

مَن خَرَجَ إِلَی بَیتِ المُقَدَّسِ بغَیر حَاجَۃٍ إِلَّا الصَّلَاۃَ فِیہِ فَصَلَّی فِیہِ خَمسُ صَلَوَاتٍ صُبحًا وَّظُهرًا وَّعَصرًا وَّمَغربًا وَّعِشَاءً خَرَجَ مِن خَطِیئَتِہُ کَیَومِ وَلَدَتہُ أُمُّہُ.

جو شخص کسی کام کے بغیر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے نکلتا ہے پھر اس میں پانچ نمازیں صبح، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح گر جائیں گے جس طرح اس کی ماں نے آج ہی اسے جنم دیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن یزید حضرت مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے شوق سے بیت المقدس کی زیارت کی اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جنت میں تمام انبیاء کرام اس کی زیارت کریں گے، اللہ کے ہاں اس کا جو مرتبہ اور مقام ہے اس پر تمام انبیاء کرام رشک کریں گے، اور جو دوست بھی بیت المقدس کی زیارت کے ارادے سے گھروں سے نکلتے ہیں تو فرشتوں میں سے دس ہزار فرشتے اس کے ہمراہ چلتے ہیں، جو ان کے لیے استغفار کرتے ہیں، ان کے لیے دعائیں مانگتے ہیں، اور ان کے لیے ان کے اعمال کے مثل ہوتا ہے، جب وہ بیت المقدس میں پہنچ جائیں اور بیت المقدس میں ٹھہریں تو ان کو ستر فرشتوں کی نماز کا اجر ملے گا، اور جو بیت المقدس میں بڑے گناہوں سے پاک ہو کر داخل ہو گا تو اللہ تعالٰی اس کے ساتھ سو رحمتوں کے ساتھ ملے گا، اگر ان میں سے ایک رحمت اللہ کی ساری مخلوق پر تقسیم کی جائے تو یہ ان کے لیے کافی ہو جائے۔

اور جو شخص بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھے اور ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھے، سورۃ الاخلاص پڑھے تو اس کے گناہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو، اور اس کے لیے اس کے جسم کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

اور جس نے بیت المقدس میں چار رکعتیں ادا کیں وہ پلصراط سے بجلی کی طرح گزرے گا، اور قیامت کے دن بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رکھا جائے گا۔

اور جو شخص بیت المقدس میں چھ رکعتیں ادا کرے اسے سو مستجاب دعائیں ملیں گی، اس میں کم از کم دوزخ سے برأت اور اس کے لیے جنت کا واجب ہونا ہے اور جو

بیت المقدس میں آٹھ رکعت ادا کرے وہ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھی ہو گا۔

اور جو بیت المقدس میں دس رکعات پڑھے وہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہا السلام کا جنت میں رفیق ہو گا اور جو شخص بیت المقدس میں ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے استغفار کرے گا اس کے لیے اس کی نیکیوں کے مثل ہو گا، اور اس کی دعا کی وجہ سے ہر مومن اور مومنہ کی ستر مغفرتیں ہوں گی، اور اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
تین مقامات ہیں، جن کو فرشتوں کے سپرد کیا گیا ہے، خانہ کعبہ ایک فرشتہ کے سپرد کیا گیا، میری مسجد (مسجد نبوی) ایک فرشتہ کے سپرد کی گئی ہے، مسجد اقصیٰ ایک فرشتہ کے سپرد کی گئی ہے، بہر حال وہ فرشتہ جس کے سپرد خانہ کعبہ کیا گیا ہے وہ روزانہ آواز دیتا ہے کہ جو حضرت محمد ﷺ کی سنت چھوڑے گا جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حوض کوثر پر آئے گا تو نبی کریم ﷺ کی شفاعت اسے حاصل نہیں ہو گی، اور جس فرشتہ کے سپرد مسجد اقصیٰ کی گئی ہے وہ ہر روز آواز دیتا ہے کہ جس کا کھانا حرام کا ہو گا اس کا عمل اس کے منہ پر مارا جائے گا۔

بیت المقدس میں نفل نماز

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
جو شخص بیت المقدس میں پانچ نفل نماز پڑھے، ہر نماز چار رکعت ہو، پانچوں نمازوں میں دس ہزار بار سورۃ الاخلاص پڑھے تو اس نے اپنا سودا اللہ تعالیٰ سے کر لیا ہے، دوزخ کی آگ اس پر غلبہ نہیں پائے گی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا بیت المقدس میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے بیت المقدس میں چار نمازیں پڑھنے سے۔ اور بہترین نمازی وہ ہے جو محشر و منشر (سرزمین بیت المقدس) کی سرزمین پر نماز پڑھے۔

حضرت ابوامامہ الباہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا اور بیت المقدس میں نماز پڑھی اور جہاد کیا تو اس نے میری ساری سنتوں کو مکمل کیا۔

تین مسجدوں میں نمازوں کا ثواب

حضرت ابو امیہ صنعانی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ میں تھے، اچانک ایک شخص کو کعبہ کے سایہ میں دیکھا گیا وہ حضرت سفیان ثوری تھے، ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے ابوعبداللہ! اس شہر میں نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک لاکھ نماز کا اجر ملتا ہے، پوچھا کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب کس قدر ملتا ہے؟ جواب دیا کہ پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، پوچھا کہ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب کس قدر ہے؟ فرمایا کہ چالیس ہزار نمازوں کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيتِهِ بِصَلَاةٍ وَصَلَاتُه فِي مَسجِدِ القَبَائِلِ بِخَمسٍ وَّعِشرِينَ صَلَاةً وَّصَلَاتُهُ فِي المَسجِدِ الَّذِي يُجمَعُ فِيهِ بِخَمسِمِائَة صَلَاةً وَّصَلَاتُهُ فِي المَسجِدِ الأَقصىٰ بِخَمسِينَ أَلفَ صَلَاةٍ وَّصَلَاتُهُ فِي مَسجِدِ الكَعبَةِ بِمِائَةِ أَلف صَلَاةٍ وَّصَلَاتُه فِي مَسجِدِي هَذَا بِخَمسِينَ أَلف صَلَاةٍ(ابن ماجه)

آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو ایک آدمی کی نماز کا اجر وثواب ملتا ہے، اور اس کی نماز قبائل کی مسجد میں پچیس نمازوں کا اجر وثواب ہے، اور اس کی نماز ایسی مسجد میں جس میں جمعہ ادا کیا جاتا ہے پانچ سو نمازوں کا اجر وثواب ہے، اور اس کا مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنا پچاس ہزار نمازوں کا اجر وثواب ہے، خانہ کعبہ کی مسجد میں اس کا نماز ادا کرنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے، اور میری مسجد میں اس کا نماز ادا کرنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے۔

ثواب اور عذاب

یہاں اہل علم وعرفان یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح ان مقدس مقامات پر نیکیوں کا اجر وثواب زیادہ اور کئی گنا زیادہ ملتا ہے اسی طرح ان مقامات میں گناہ کی سزا بھی کئی گنا زیادہ ملتی ہے۔اس لیے بعض اللہ والوں کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ بیت المقدس جاتے تو وہاں صرف تلاوت کرتے اور ذکر اللہ کرتے اور نمازیں ادا کرتے تھے۔

جس طرح مسجد الحرام، مسجد نبوی شریف، بیت المقدس میں نمازوں اور نیکیوں کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے اسی طرح وہاں گناہ کا ارتکاب کرنے کی سزا بھی زیادہ سخت ہے،، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات کو بہت ہی شرف واعزاز بخشا ہے، ایک گناہ کی سزا بہت زیادہ گناہوں کی سزا کی طرح ہے، یہاں پر کیے جانے والے ایک گناہ کی لکھت بہت زیادہ گناہوں کی لکھت کی طرح ہے، حالانکہ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر وثواب دس نیکیوں جتنا ہوتا ہے اور ایک گناہ کی سزا ایک گناہ جتنی ہی ہوتی ہے، جیسے قرآن کریم میں بھی ہے جب کہ یہاں گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے لیے ایک گناہ کے بدلے میں دس گناہوں کی سزا ہے۔

حضرات فقہاء کرام نے یہاں تک فرمایا ہے کہ حرم شریف میں قتل کرنے والے کی دیت، اور کسی رشتہ دار کو حرم کے اندر قتل کرنے کی دیت زیادہ سخت ہے، کیونکہ ان

مقامات مقدسہ کی حرمت بہت زیادہ ہے، اللہ نے سورۃ الحج کی آیت ۲۵ میں فرمایا کہ جو شخص الحاد کا ارادہ کرے گا ظلم کے ساتھ ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

گناہ گناہ ہے، چاہے کہیں بھی کیا جائے لیکن مسجد میں گناہ کرنے کی شناعت بہت زیادہ ہے، مسجد میں گناہ کرنے والے کی طرف سزا جلدی آتی ہے اگرچہ سبھی لوگ گناہ میں شریک کیوں نہ ہوں، کیونکہ مسجد میں گناہ کا ارتکاب کرنے والا دو گناہ کرتا ہے، ایک اللہ کے گھر کی حرمت پائمال کرنے کا جسے اللہ نے حرمت و تقدس والا بنایا ہے اور دوسرا گناہ نافرمانی کا ارتکاب کرنے کا، اس وجہ سے اس کی سزا دگنا ہے۔

حضرت صفوان بن عمر کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں ایک نیکی کا ثواب ایک ہزار نیکی کے برابر ہے جب کہ ایک برائی اور گناہ کا بدلہ بھی ایک ہزار ہے۔

حضرت لیث بن سعد بن نافع کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر نے کہا جب ہم بیت المقدس میں تھے کہ اے نافع! ہمیں یہاں بیت المقدس سے باہر لے چلو، کیونکہ یہاں گناہوں کی سزا بھی دگنا ملتی ہے جس طرح نیکیوں کا اجر دگنا ملتا ہے، چنانچہ انہوں احرام باندھا اور بیت المقدس سے نکل آئے۔

حضرت کعب فرمایا کرتے تھے کہ بیت المقدس میں ایک نماز ہزاروں نمازوں کی طرح ہے، اور اس میں ایک گناہ بھی ہزار گناہوں کی طرح ہے۔

حضرت ازہر بن سعد بن کعب فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں ایک دن گزارنا ہزار دنوں کی طرح ہے، ایک مہینہ اس میں گزارنا ہزار مہینوں کی طرح ہے، اس میں ایک نیکی کرنا ہزار نیکیوں کی طرح ہے، اس میں ایک برائی کرنا ہزار برائیوں کی طرح ہے، جو شخص اس میں مرا گویا وہ آسمان میں مرا، جو شخص اس کے اردگرد فوت ہوا گویا کہ وہ بیت المقدس میں فوت ہوا۔

بیت المقدس میں کیا گیا صدقہ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جس نے بیت المقدس میں ایک درہم صدقہ کیا اس کے لیے دوزخ سے برأت ہے، جس نے اس میں ایک روٹی صدقہ کی گویا کہ اس نے کئی مثقال سونا صدقہ کیا، ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے بیت المقدس میں ایک درہم صدقہ کیا گویا کہ یہ اس کا دوزخ سے فدیہ ہے، جس نے اس میں ایک روٹی صدقہ کی گویا کہ پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کیا۔

حضرت ابراہیم بن ابویعلیٰ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک مجھے چاندی کے بڑے بڑے پیالے دے کر بیت المقدس والوں کی طرف بھیجتا تھا کہ میں ان پر جا کر تقسیم کروں۔(طبرانی) ایک روایت میں یہ ہے کہ تاکہ میں بیت المقدس کے قاریوں پر تقسیم کروں۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے مخلوق میں کون زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام، اس نے پوچھا کہ پھر کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ شہدا ہیں، پوچھا کہ پھر کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ بیت المقدس کے مؤذنین، پوچھا پھر کون؟ فرمایا کہ مسجد الحرام کے مؤذنین، پوچھا کہ پھر کون؟ فرمایا کہ میری مسجد (مسجد نبوی) کے مؤذنین، پوچھا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر باقی سارے ایمان والے۔

بیت المقدس سے حج و عمرہ کا احرام

اسی طرح جو شخص حج و عمرہ کا احرام بیت المقدس سے باندھتا ہے تو اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔(احمد)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

ابو داؤد کی روایت کے مطابق بیت المقدس سے حج و عمرے دونوں کے لیے احرام باندھنے والے کے لیے یہ فرمان ہے کہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اس کے لیے جنت واجب ہو گی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھتے ہوئے اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں بیت المقدس آؤں اور یہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کرنے جاؤں۔

ابن عمر کی روایت کے مطابق جو شخص رمضان المبارک میں بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھے تو اس کے لیے دس غزوات میں شرکت جتنا ثواب ہے۔

تیل اور چراغ

نبی کریم ﷺ سے بیت المقدس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سرزمین حشر و نشر ہے، اس میں آؤ اور یہاں نماز پڑھو، اس میں ایک نماز ہزار نمازوں کی طرح ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو شخص اس کی طرف آنے کا تحمل نہ کر سکے وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس کی طرف آنے کی ہمت نہیں رکھتا وہ اس کی طرف چراغ جلانے کے لیے تیل کا ہدیہ ہی روانہ کر دے، جو اس کی قندیلوں میں جلایا جائے گا، جس نے اس کے چراغوں میں جلانے کے لیے تیل کا ہدیہ بھیجا گویا کہ وہ خود اس کی طرف آیا ہے۔

ایک روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ جو شخص بیت المقدس کے چراغوں میں جلانے کے لیے تیل روانہ کرتا ہے اس کے لیے فرشتے برابر استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ اس تیل سے چراغ روشنی دیتے رہتے ہیں۔

میٹھا پانی اور ہوائیں

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

میٹھے پانی اور لواقح ہوائیں صخرہ بیت المقدس کے نیچے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ سورۃ الانبیاء کی آیت ۷۱ جس میں فرمایا گیا کہ ہم نے اس میں جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے، کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد شام ہے، اور کوئی میٹھا پانی ایسا نہیں ہے جو بیت المقدس کی چٹان کے نیچے سے نہ نکلتا ہو۔

بیت المقدس کے مؤذن ابو العوام فرماتے ہیں کہ حضرت کعب نے فرمایا کہ میٹھا پانی بیت المقدس کی چٹان کے نیچے سے نکلتا ہے۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں بیت المقدس کی برکتوں سے مراد بیت المقدس کی چٹان ہے کہ ہر پانی اس کی جڑوں سے نکلتا ہے۔

حضرت نوف بکالی فرماتے ہیں کہ صخرہ بیت المقدس کی جڑوں سے جنت کی چار نہریں بہتی ہیں، سیحون، جیحون، فرات اور نیل۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نہریں چار ہیں، سیحون، جیحون، نیل اور فرات، سیحون بلخ کی نہر ہے، جیحون دجلہ کی نہر ہے، نیل مصر کی نہر ہے، فرات کوفہ کی نہر ہے، ابن آدم جب بھی پانی پیتا ہے تو انہی چار نہروں سے پیتا ہے جو صخرہ بیت المقدس سے نکلتی ہیں۔

ابن عباسؓ سے دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نہریں اتاری ہیں، سیحون نہر ہند ہے، جیحون بلخ کی نہر ہے، دجلہ اور فرات عراق کی نہریں ہیں، نیل مصر کی نہر ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے چشموں میں سے ایک ہی چشمے سے جاری فرمایا ہے، اس کے درجات میں سے سب سے نچلا درجہ جبریل کے پروں پر ہے، قرآن کریم کی سورۃ المؤمنون کی آیت ۱۸ میں بھی ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا پھر اسے پانی میں ٹھہرایا۔

جب اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیجیں گے وہ زمین سے قرآن کریم اور حجر اسود، مقام ابراہیم اور تابوت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیں

گے اور ان چار نہروں کو بھی آسمان کی طرف اٹھالیں گے، یہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم انہیں لے جانے پر قادر ہیں۔(مؤمنون۱۸)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیزیں سدرہ کی طرف اٹھائی جائیں گی، ان چار نہروں میں دو نہریں ظاہری ہیں اور دو نہریں باطنی ہیں، دو ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں جب کہ باطنی دو نہریں جنت میں ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی چٹان ایک کھجور پر ہے اور کھجور جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے، اس کھجور کے درخت کے نیچے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران جو قیامت تک اہل جنت کے لیے موتیوں کے ہار پروتی رہیں گی، ایک عجیب بات اس چٹان کے بارے میں یہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ چٹان ہر طرف سے کٹی ہوئی ہے، کسی چیز کے ساتھ اس کا سہارا نہیں ہے، اسے اسی ذات نے تھاما ہوا ہے جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تھاما ہوا ہے۔

بیت المقدس کی چٹان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ چٹان جو بیت المقدس میں ہے یہ بنی اسرائیل کا طشت تھا، اس میں ایک زنجیر تھی، اس چٹان میں ایک سوراخ تھا جس میں وہ اس زنجیر کو لٹکا دیتے تھے، یہ زنجیر اس طشت کے درمیان میں ہوتی تھی، پھر یہ لوگ قربانیاں کرتے تھے، جس کی قربانی قبول ہو جاتی تھی وہ لے لی جاتی تھی اور جس کی قربانی قبول نہیں ہوتی تھی وہ زمین کے ساتھ چمٹ جاتی تھی۔

ابوالمعالی مشرف بن مرجا فرماتے ہیں کہ جو شخص صخرہ بیت المقدس میں داخل ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ صخرہ کو دائیں طرف رکھے، یہ چیز بیت اللہ میں طواف کرنے کے برخلاف ہے، وہاں حجر اسود طواف کرنے والے کی بائیں طرف ہوتا ہے، اس

جگہ پر آئے جہاں لوگ دعا کرتے ہیں، اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھے، مگر اسے بوسہ نہ دے پھر جو چاہے دعا کرے۔

دعا کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ وہ دعا کرے جو حضرت سلیمان علیہ السلام مانگا کرتے تھے، یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وقت مانگی تھی جب آپ اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تھے اور قربانی کر لی تھی۔

سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یہ ہے

اللّٰهُمَّ مَن أَتَاهُ مِن ذِي ذَنب فَاغفِر ذَنبَهُ أَو ذِي ضُرٍّ فَاكشِف ضُرَّهُ

اے میرے اللہ! جو گناہ گار اس میں آئے اس کے گناہ کو معاف کر دے یا جو پریشان حال اس میں آئے اس کی پریشانی دور کر دے۔

بیت المقدس اور دعائیں

بیت المقدس میں اس مقام پر پہنچنے کے بعد زائر بیت المقدس دنیا اور آخرت میں حصول خیر کے لیے جو دعا چاہے مانگے، سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اس صخرہ کے نیچے اتر کر اندر داخل ہو، نیت حاضر کرے، اخلاص کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پکی توبہ کا ارادہ کرے، دعا میں خوب کوشش کرے، پھر ادب کے ساتھ خشوع و خضوع سے دعا کرے، جس قدر چاہے نماز پڑھے، صخرہ کے نیچے دعا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس جگہ مانگی جانے والی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔

کتاب الانس اور کتاب باعث النفوس میں ایک حکایت ہے کہ انسان اس مقام پر جو دعائیں مانگتا ہے وہ اس مقام کی خصوصیت ہے، کیونکہ انسان کو جن دعاؤں کا حکم دیا گیا ہے ان کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

{وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ} [غافر: ٦٠]،

اور آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

{وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ}
اور جب آپ سے میری بندے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا کو اس وقت قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرتا ہے۔(البقرہ۱۸۶)

اس سے مراد وہ دعائیں ہیں جو سنت نبوی شریف میں آئی ہیں، جیسے آپ ﷺ نے ایک صحابی کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اس نے اللہ تعالیٰ کے ایسے نام کے ساتھ دعا مانگی ہے جو اسم اعظم ہے، جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول کی جاتی ہے جب اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو دیا جاتا ہے۔

وہ دعا جو حضرت ابو عیاش زید بن صامت زرقی مانگ رہے تھے اس کے الفاظ یہ ہیں

اَللّٰهُمَّ إِني أَسأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الحَمدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ يَا حَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ يَا ذَا الجَلَالِ وَالإِكرَامِ

(ترجمہ: اے میرے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ حمد وستائش تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اے حنان! اے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے، اے بزرگی اور اکرام والے۔)

حضرت عبد اللہ بن یزید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یوں کہتے ہوئے سنا

اللّٰهُمَّ إِني أَسأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنتَ اللَّهُ الأَحَدُ الصَّمَدُ لَم تَلِد وَلَم تُولَد وَلَم يَكُن لَّكَ كُفُوًا أَحَدُ

(ترجمہ: اے میرے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے، یکے و تنہا ہے، بے نیاز ہے، نہ تو کسی کا بیٹا ہے اور نہ تیرا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی تیرے کوئی ہمسر ہے۔)

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ایسے نام کے ساتھ دعا کی ہے جو اسم اعظم ہے، جب اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو دیا جاتا ہے، جب دعا کی جائے تو دعا قبول کی جاتی ہے۔(سنن ابی داؤد، نسائی)

حضرت علی بن عروہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو اپنی نماز مختصر کر دی، پھر فرمایا کہ قسم بخدا! میں اس وقت تک نماز سے نہیں پھرا جب تک میں نے اللہ سے وہ دعا نہ مانگ لی ہو جو نبی کریم ﷺ مانگا کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبی مرسل، کوئی نیک بندہ ایسا نہیں ہوا جس نے اللہ سے یہ دعا نہ کی ہو، وہ دعا یہ ہے

اللّٰهُمَّ بِعِلمِكَ الغَيبَ وَبقُدرَتِكَ عَلَى الخَلق أَحيِنِي مَا عَلِمتَ الحَيَاةَ خَيرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمتَ الوَفَاةَ خَيرًا لِي، وَأَسأَلُكَ خَشيتِكَ فِي الغَيبِ وَالشَّهَادَةِ، وَكَلمَةَ الحَقِّ فِي الغَضَبِ وَالرضَى، وَالقَصدَ فِي الفَقرِ وَالغِنىٰ، وَأَسأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَنفَدُ، وَقُرَّةَ عَين لَّا تَنقَطِعُ،وَبَردَ العَيشِ بَعدَ المَوتِ، وَأَسأَلُكَ النَّظرَ إِلىٰ وَجهكَ، وَالشَّوقَ إِلىٰ لِقَائِكَ مِن غَير ضَرَّاءِ مُضَرَّةٍ وَّلَا فِتنَةً مُّضِلَّةً، اَللّٰهُمَّ! زَيِّنَا بزينَةِ الإيمَانِ وَاجعَلنَا هُدَاةً مُّهتَدِينَ-

اے میرے اللہ! اپنے غیبی علم کے ساتھ اور مخلوق پر اپنی قدرت کے ساتھ مجھے تب تک زندہ رکھنا جب تک تو جانتا ہے کہ زندگی میرے لیے بہتر ہے، اور مجھے اس وقت موت دینا جب میرے لیے موت بہتر ہے، اور میں تجھ سے تیرے خوف وڈر کا سوال کرتا ہوں پوشیدہ اور ظاہر میں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کلمہ حق کہنے کی غصے اور خوشی میں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں میانہ روی کا فقر و غنیٰ میں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسی نعمت کا جو ختم نہ ہو، اور میں سوال کرتا ہوں تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو ختم نہ ہو، اور موت کے بعد اچھی زندگی کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرے دیدار کا سوال کرتا ہوں، میں تیری ایسی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں جس میں کسی قسم کا نقصان نہ ہو، اور نہ ہی

ایسا فتنہ ہو جو گمراہ کرنے والا ہو، اے میرے اللہ! ہمیں ایمان کے ساتھ خوبصورت بنادے، ہمیں راہنمائی کرنے والے، ہدایت پانے والے بنادے۔

حضرت حسن بن حسن فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام یہ دعا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بے وقوف لوگوں کو یہ دعا نہ سکھائی جائے کہ وہ اس کے ساتھ کوئی دعا کریں، وہ کہا کرتے تھے

يَا ذَا الجَلَال وَالإِكرَامِ يَا ذَا الطَّول لَا إِلهَ إِلَّا أَنتَ ظَهرَ اللَّاجئِينَ وَجَارَ المُستَجِيرِينَ وَمَأمَنَ الخَائِفِينَ اَللّٰهُمَّ إِن كُنتُ عِندَكَ فِي أُمِّ الكِتَابِ شَقِيًا أَو مَحرُومًا أَو مُقتَرًا عَلَيَّ فِي رزقٍ فَامحُ شِقَائِي وَحِرمَانِي وَإِقتَارَ رِزقِي وَاكتُبنِي سَعِيدًا مُرشِدًا مُوَفَّقًا إلى الخيرات مستورا مكفيا مؤنة من يؤذيني أنك قلت وقولك الحق في كتابك المنزل على نبيك المرسل: {يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ} [الرعد: ٣٩]

اے بزرگی اور اکرام والے، اے قدرت وطاقت والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو بے سہاروں کا سہارا ہے، پناہ تلاش کرنے والوں کی جائے پناہ ہے، ڈرنے والوں کے لیے جائے امن ہے، اے میرے اللہ! اگر تیری کتاب میں میں بدبختوں یا محروموں یا ایسے لوگوں میں ہوں جن کا رزق کم کیا جائے گا تو میری بدبختی مٹا دیجیے، میری محرومی ختم کر دیجیے، میرے رزق کی کمی ختم کر دیجیے اور مجھے نیک بختوں، راہنمائی کرنے والوں، خیر وبھلائی کی توفیق دیے ہوؤں، پوشیدہ حالوں، مجھے اذیت دینے والوں سے بچائے ہوؤں میں لکھ دیجیے، اس لیے کہ آپ نے اپنی کتاب جو آپ نے اپنے نبی مرسل پر نازل فرمائی ہے لکھا ہوا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور ثابت رکھتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب میں ہے۔

اسلاف کے واقعات میں لکھا ہوا ہے کہ بہت سے اکابرین اور بزرگان دین جب مکہ مکرمہ جاتے ہیں تو وہ کثرت کے ساتھ خصوصیت سے وہاں یہ دعا مانگتے دیکھے اور سنے گئے ہیں، اس دعا کے الفاظ ہی بندے کو اپنی طرف متوجہ کرتے اور اس کے اندر کی دنیا کو ہلا دینے والے ہیں۔

ابوالبختری کہتے ہیں کہ سات مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ان میں سے ایک خانہ کعبہ کی چھت ہے، صخرہ بیت المقدس کے اوپر، طور زیتا، طور سینا، صفا، مروہ اور جبل عرفہ۔(اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصیٰ)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں صخرہ بیت المقدس میں جو زنجیر ہے اس میں ایک قیمتی موتی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مینڈھے کے سینگ اور کسریٰ بادشاہ کا تاج لٹکا ہوا تھا، جب خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل ہوئی تو انہوں نے اسے کعبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

بیت المقدس اور معراج النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معراج کی رات ایک براق پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف لیجایا گیا تھا، جس براق پر آپ سوار تھے وہ بہت ہی تیز رفتار تھی، جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا، راستے میں چند مقامات پر فرشتے نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو براق سے اتر کر نماز پڑھنے کا کہا تھا، پھر فرشتے نے بیت اللحم میں اتر کر نماز پڑھنے کا کہا، یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت عیسیٰ بن مریم پیدا ہوئے تھے، اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیت المقدس پہنچے تھے، جہاں مسجد کے قبلہ والی سمت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اترے، براق کو وہاں باندھا گیا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں داخل ہوئے جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نماز پڑھی، اس وقت آپ کو سخت پیاس لگی، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دو برتن پیش کیے گئے، جن میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دودھ لیا اور اس سے پیا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اگلے روز جب مکہ والوں کے سامنے اپنی شب معراج کا قصہ بیان فرمایا تو ان میں دو ذہن بن گئے، ایک ذہن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بلا دلیل تسلیم کر رہا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سچ فرما رہے ہیں، یہ مسلمان لوگ تھے، ایک ذہن کافروں کا تھا جو اسے عجیب خیال کر کے عجیب عجیب موشگافیوں پر تل گئے تھے، انہوں نے سوالات داغنے شروع کیے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ کی نصرت اور مدد سے ان کے سوالوں کے جوابات دیے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کے مطابق انہیں تسلی ہوتی چلی گئی۔

بیت المقدس پہنچ کر صخرہ شامی کی طرف ہو کر جبریل علیہ السلام نے اذان کہی، فرشتے آسمان سے نازل ہوئے، اللہ نے انبیاء کرام کو جمع کیا، جبریل علیہ السلام نے اقامت کہی اور نبی کریم ﷺ نے فرشتوں اور انبیاء کرام کو نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ کو لے کر جبریل صخرہ کی دائیں طرف کعبہ کی طرف آگے بڑھے، جہاں ایک سیڑھی سونے کی اور ایک سیڑھی چاندی کی رکھی گئی، یہی وہ سیڑھی تھی جس کے ذریعے جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے گئے۔

نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک صخرہ بیت المقدس پر لگنے کی وجہ سے اس کا نام قبۃ النبی رکھا گیا، یہ صخرہ کا مشرقی حصہ ہے، اب اس کا نام قبۃ السلسلہ ہے، جسے عبد الملک بن مروان نے بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات جنت کی حور العین کے ساتھ ملاقات کی تھی۔

ابو زکریا کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض بھائیوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے حور العین کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، جب معراج کی رات تھی، آپ ﷺ مسجد کے صحن میں چل رہے تھے، جبریل نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ حور العین کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، جبریل آپ ﷺ کو صخرہ کی کے اندر لے گئے، پھر چبوترے کے طرف آئے، تو آپ ﷺ ان کی طرف آئے تو کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا،

آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تم پر اللہ رحم کرے، انہوں نے کہا کہ خیرات حسان، نیکوکار لوگوں کی بیویاں ہیں، جو قیام کرتے ہیں اور کمزور نہیں پڑتے، جو بڑائی نہیں کرتے، جوڈٹے رہتے ہیں اور بھاگتے نہیں ہیں۔

کچھ علماء نے یہاں اختلاف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس رات میں انبیاء کرام کو یہاں نماز پڑھائی تھی، بعض کہتے ہیں کہ یہاں نماز لغوی معنیٰ میں ہے، یعنی دعا وذکر وغیرہ

کے معنیٰ میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ صحیح طرح وہی نماز پڑھائی تھی جسے نماز کہا جاتا ہے، اسی قول کو صحیح ترین قول کہا گیا ہے، اس لیے لفظ صلاۃ شرعی حقیقی معنیٰ پر محمول ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ جبریل نے اذان کہی تھی جب کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی تھی، یہ بات صراحت ہے کہ نماز سے حقیقی نماز مراد ہے، نماز سے وہ نماز مراد ہے جسے شرعی نماز کہا جاتا ہے، اس لیے کہ دعا کے لیے اذان نہیں کہی جاتی۔

بیت المقدس کے احوال جاننے والوں کا کہنا ہے کہ آج وہاں قبۃ المعراج کے علاوہ اور دو قبوں کے علاوہ کوئی قبہ نہیں ہے، ان میں سے ایک اقصیٰ کی طرف ہے، دوسرا مغربی سمت میں صخرہ ہے، یہ شمالی سیڑھی کی طرف واقع ہے، جو مغربی صخرہ کی چھت تک جاتی ہے، یہ جگہ مسجد اقصیٰ کے خدام کے زیر استعمال رہی ہے، جاننے والے کہتے ہیں کہ قبۃ النبی کے نام سے وہاں کوئی قبہ نہیں ہے۔

بیت المقدس قبلۂ انبیاء

امام قاضی القضاۃ، خطیب الخطباء جمال الدین بن جماعہ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا، ایک کا خیال یہ تھا کہ بیت المقدس کی طرف حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی نے منہ کر کے نماز نہیں پڑھی، دوسرے کا خیال یہ تھا کہ تمام انبیاء کرام کا قبلہ بیت المقدس تھا، مگر ان میں سے کعبہ کسی کا قبلہ نہیں تھا سوائے حضرت محمد ﷺ کے۔

اس پر حضرت قاضی القضاۃ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کعبہ تمام انبیاء کرام کا قبلہ تھا، دوسرے نے امام زہری کا قول سنا ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنے کے بعد جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس کا قبلہ بیت المقدس ہی کو بنایا، اب یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں باتیں آپس میں متعارض ہیں، اور علماء کرام کا کام یہ ہے کہ وہ تاویل کی کوئی سبیل پیدا کریں، اختلافی معاملے کو کسی طرح نمٹائیں، دونوں متعارض باتوں میں

تطبیق و مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں، اگر یہ بھی مشکل دکھائی دے تو دونوں کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیں، یا پھر محققین علماء کی بات لے لیں۔

بعض اہل علم نے بڑی پتے کی بات کی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو نبوت کے ساتھ خاص کیا اور اسے چنیدہ لوگوں کا رتبہ عطا کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور ان کی زندگی میں بیت المقدس کا کوئی وجود نہیں تھا، ہاں اللہ تعالیٰ کے علم میں بیت المقدس کا وجود ہوا ہوگا۔

حافظ ابو محمد قاسم بن عساکرؒ نے اپنی کتاب المستقصیٰ فی فضائل المسجد الاقصیٰ میں حضرت کعب احبار کا ارشاد نقل کیا ہے کہ بیت المقدس کی پرانی بنیاد حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح نے رکھی تھی، پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام نے اسے اسی سنگ بنیاد پر تعمیر کیا تھا، اور یہ بات صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کی مسافت تھی۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی درست ہوسکتی ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے اس کی بنیاد رکھی ہو، اور یہ بھی درست ہے کہ فرشتوں نے بھی بیت اللہ کی بنیاد رکھنے کے بعد اس کی بنیاد رکھی ہو۔

اس کے خلاف کوئی چیز موجود نہیں ہے، رہا بیت اللہ شریف وہ تو ظاہری طور پر ہر اس شخص کے لیے موجود تھا جو حج کے ارادے سے اس کی زیارت کرنا چاہتا تھا، اور آدم علیہ السلام بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس کا طواف کیا۔

حضرت امام شافعی کی کتاب الام میں حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ کی روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام حج کے لیے آئے تو فرشتوں نے ان سے ملاقات کی، اور انہیں کہا کہ ہم نے آپ سے ایک ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا تھا۔

تاریخ ابن جریر میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر بیت اللہ کے چالیس حج کیے تھے۔(تاریخ ابن جری)

تاریخ ازرقی میں ہے حضرت آدم علیہ السلام مکہ تشریف لائے تو وفات تک مکہ ہی میں اقامت پذیر رہے، وہ سات ہفتوں تک بیت اللہ کا رات کو طواف کرتے رہے، جب کہ دن بھر بیت اللہ کا طواف کرتے رہتے تھے۔ (تاریخ الازرقی)

راقم الحروف (محمود الرشید حدوٹی) نے اپنے سفر نامہ کاروان حرمین شریفین میں بیت اللہ شریف کی تاریخ کی جھلکیاں پیش کی ہیں، جس کی تعمیر پر دس ادوار کا ذکر کیا ہے، ان میں فرشتوں کی تعمیر اول ہے، اس کے بعد آدم علیہ السلام کی تعمیر کا ذکر ہے، پھر نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان نوح کے باعث خانہ کعبہ کا زیر طوفان آنے کا بھی ذکر ہے، پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو تعمیر کی اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

بعض اہل علم نے انسانی ذہنوں میں کھٹکنے اور الجھنے والے سوال کا جواب بھی دیا ہے کہ کیا آدم علیہ السلام کے زمانے میں نماز مشروع تھی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہاں، ان کے زمانے میں نماز مشروع تھی، کوئی شریعت بھی نماز سے خالی نہیں تھی۔ (اتحاف الاخصابفضائل المسجد الاقصیٰ)

حضرت آدم کی وفات

حضرت عبداللہ بن امام احمدؒ نے زیادات المسند میں حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی جانکنی کا عالم تھا تو انہیں جنت کی انگور کھانے کا دل کر رہا تھا، اس کے بعد جب روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو انہیں لوگوں نے غسل دیا، حنوط لگائی، جبریل علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں لوگوں نے دفن کر دیا۔ (زیادات مسند احمد)

علامہ فاکہیؒ کی تاریخ مکہ میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو اٹھا کر باب کعبہ کے پاس رکھ دیا تھا، جبریل امین نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ (تاریخ مکہ فاکہی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازے کی چار تکبیرات کہی تھیں۔(تاریخ ابن عساکر)

ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت جبریل سے عرض کیا کہ آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھیں، تو جبریل نے کہا کہ آگے بڑھیے اور اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھیے، چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام نے ان پر تیس تکبیریں پڑھیں، پانچ تکبیریں تو نماز جنازہ کی اور پچیس آدم علیہ السلام کی فضیلت کے طور پر زائد تھیں۔(تاریخ ابن جریر)

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلی امتوں میں نماز جنازہ مشروع تھی یا نہیں؟ اس کے بارے میں متضاد آثار ملتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ مشروع تھی بعض کہتے ہیں کہ نہیں تھی، آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ ایک روایت کے مطابق جبریل نے پڑھی ایک روایت کے مطابق شیث علیہ السلام نے جبریل کے کہنے پر پڑھی۔

مسند الشافعی میں امام رافعی فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز آدم علیہ السلام کے لیے تھی، ظہر کی نماز داؤد علیہ السلام کے لیے تھی، عصر کی نماز سلیمان علیہ السلام کے لیے تھی، مغرب کی نماز یعقوب علیہ السلام کے لیے تھی، عشاء کی نماز حضرت یونس علیہ السلام کے لیے تھی۔(مسند الشافعی للرافعیؒ)

اہل علم کہتے ہیں کہ یہ لوگ نماز تو پڑھتے تھے مگر یہ بات کسی صحیح روایت میں نہیں ہے کہ ان کا قبلہ کون سا تھا؟ لیکن قرائن سے اندازہ لگایا گیا کہ ان کا قبلہ کعبہ ہی تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۴۸ میں فرمایا کہ ہر ایک کی ایک جہت تھی جس کی طرف وہ منہ کرتا تھا۔

امام تفسیر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہر ملت، ہر قوم کے لیے خاص قبلہ تھا، اس عموم میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے داخل تھے، یہ مخصوص قبلہ کعبہ ہی تھا، جیسا کہ یہ بات ہم لکھ چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کے حج بھی کیے تھے۔

حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک سبھی بیت اللہ شریف کی تعظیم کرتے تھے، بیت اللہ شریف کا حج کرتے تھے، بیت اللہ کا طواف

کرتے تھے، بیت اللہ کے قریب اللہ سے دعائیں مانگتے تھے۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب اور قصہ عاد میں صراحت سے یہ بات آئی ہے۔

یہ بھی روایات میں ہے کہ جب بھی کسی نبی کی قوم ہلاک ہو جاتی تھی تو وہ اس کے بعد مکہ کی طرف آتے تھے، وہاں قیام کرتے تھے، اللہ کی عبادت کرتے تھے اور انتقال کے بعد وہیں دفن کیے جاتے تھے، ان کی قبریں بیت اللہ کے گرد ہیں، تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالعالیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے صالح علیہ السلام کی مسجد دیکھی تھی، اس کا قبلہ بیت الحرام کی طرف تھا، اسی طرح دانیال علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۲

{مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا} [البقرة: ۱۴۲]،

یہ لوگ جس قبلہ پر تھے انہیں ان کے قبلے سے کس نے ہٹایا؟

یہاں جمع کی ضمیر استعمال ہوئی ہے، جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بیت المقدس تھا، ابن عباس فرماتے ہیں سورہ البقرہ کی آیت ۱۴۴

{فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا} [البقرة: ۱۴۴]

ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔

اس قبلہ سے مراد کعبہ ہے، کیونکہ یہ اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

{قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ} [البقرة: ١٤٤]

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ

جب بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تو آنحضرت ﷺ کو یہ اندازہ تھا کہ یہ حکم عارضی ہے اور چونکہ بیت اللہ بیت المقدس کے مقابلے میں زیادہ قدیم بھی تھا اور اس سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی یادیں بھی وابستہ تھیں، اس لئے آپ کی طبعی خواہش بھی یہی تھی کے اسی کو قبلہ بنایا جائے، چنانچہ آنحضرت ﷺ قبلے کی تبدیلی کے انتظار اور

اشتیاق میں کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھتے تھے، اس آیت میں آپ کی اسی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

تحویل قبلہ

تحویل قبلہ والی آیت کے زمانہ نزول کے بارے میں اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ رجب میں، بعض کہتے ہیں شعبان میں نازل ہوئی، اسی وجہ سے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے زمانے میں بھی شک ہو گیا کہ آپ نے سولہ مہینے ادھر منہ کرکے نماز پڑھی یا سترہ مہینے؟ بخاری میں بھی براء کی روایت میں شک کا صیغہ استعمال ہوا ہے، دار قطنی نے کہا کہ سولہ مہینے آپ ﷺ نے ادھر منہ کرکے نماز پڑھی۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے جبرائیل (علیہ السلام) سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود کے قبلہ سے ہٹا کر میرے لیے کوئی دوسرا قبلہ مقرر فرمادے اور مقصد یہ تھا کہ کعبہ شریف قبلہ مقرر ہو جائے کیونکہ وہ قبلہ ابراہیمی ہے۔

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ میں بھی تو آپ کی طرح ایک بندہ ہوں۔ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ آپ کو قبلہ ابراہیمی کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمادے۔

اس کے بعد جبرائیل (علیہ السلام) اوپر چڑھ گئے اور رسول اللہ ﷺ برابر اس امید میں آسمان کی طرف نظر فرماتے رہے کہ جبرائیل آپ کی خواہش کے مطابق حکم خداوندی لے کر نازل ہوں۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے رہے اور یہ سولہ سترہ مہینے تک رہا۔ پھر آنحضرت ﷺ کی خواہش پر کعبہ شریف کو قبلہ مقرر کر دیا گیا۔ اور کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا

حکم ہوا اور عمومی طور پر سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو (مکہ یا مدینہ میں یا بیت المقدس میں یا دنیا کے کسی گوشہ میں) مسجد حرام ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔ (انوار البیان)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مجلہ علوم ربانیہ لاہور کے مدیر الہام سید مزمل حسین شاہ صاحب کا پیغام ملا کہ وہ اپنے مجلے میں بیت المقدس کے حوالے سے ایک خاص نمبر شائع کرنا چاہ رہے ہیں، اس لیے ایک مضمون مجھے بھی لکھنے کی فرمائش کی گئی، جس پر میں نے وعدہ کر لیا کہ ان شاء اللہ لکھ کر ارسال کروں گا، اس وعدہ کو نبھانے کے لیے میں نے اللہ کا نام لے کر بیت المقدس کے حوالے سے مضمون تیار کرنا شروع کیا تو وہ ایک سو سے زیادہ صفحات پر پھیلتا چلا گیا، جس میں سے کاٹ چھانٹ کر ساٹھ سے زائد صفحات میں نے انہیں ای میل کے ذریعے بھیج دیے، اور اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے میگزین ماہ نامہ صدائے جمعیت لاہور کے لیے بھی ارادہ بن گیا کہ اس مضمون کا ایک حصہ شائع کر دوں، باقی مضمون ان شاء اللہ پھر شائع کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس تحریری کاوش کو اپنی بار گاہ میں قبول فرمائے۔

خادم اسلام، محمود الرشید حدوٹی (۱۹ جنوری ۲۰۱۸، جمعۃ المبارک، ۴ بجے سہ پہر)

فضائل ومناقب

ایک شخص نے عالم اسلام کے مشہور عالم دین حضرت فضیلۃ الاستاذ الشیخ محمد صالح المنجد سے سوال کیا کہ

میں مسلمان ہونے کے ناطے مسلسل یہ سنتا رہا ہوں کہ قدس شہر ہمارے لیے بہت ہی اہم ہے لیکن اس کا سبب کیا ہے؟ مجھے اس کا تو علم ہے کہ نبی اللہ یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصی اسی شہر میں بنائی، اور ہمارے نبی محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسجد اقصی میں سب انبیاء کی نماز میں امامت کرائی جو کہ سب انبیاء کی رسالت اور وحی الہی کی وحدت پر دلیل ہے۔

توکیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا سبب پایا جاتا ہے جو اس شہر کی اہمیت واضح کرے یا کہ اس سبب سے کہ ہم یہودیوں کے ساتھ معاملات نہ کریں؟

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس شہر میں ہم سے زیادہ حصہ یہودیوں کا ہے۔

اس سوال کے جواب میں الشیخ محمد صالح المنجد نے تفصیلی اور تسلی بخش جواب دیا جو ان کی ویب سائٹ پر موجود ہے، بندہ راقم الحروف نے ان کی ویب سائٹ سے ہی یہ جواب نقل کیا ہے، الشیخ محمد صالح المنجد فرماتے ہیں

اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ بیت المقدس کے فضائل بہت زیادہ ہیں جس کے بارہ میں آیات واحادیث بہت ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں اسے مبارک قرار دیا ہے: فرمان باری تعالی ہے:

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں (الاسراء ۱)۔

اور قدس ہی وہ شہر اور علاقہ ہے جو مسجد کے ارد گرد ہے تو اس لحاظ سے وہ بابرکت ہوا۔

اسی علاقہ کو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا، فرمان باری تعالی ہے:

اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالی نے تمہارے نام لکھ دی ہے (المائدة ۲۱)۔

اس سرزمین میں مسجد اقصی پائی جاتی ہے جہاں ایک نماز اڑھائی صد (۲۵۰) نمازوں کے برابر ہے۔

ابوذر رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی موجودگی میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا مسجد نبوی افضل ہے یا کہ بیت المقدس ؟ تو رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے: میری مسجد میں وہاں (بیت المقدس) کی چار نمازوں سے افضل اور وہ نمازی بھی بہت ہی اچھا ہے، ایک وقت آئے گا کہ کس آدمی کے پاس اس کے گھوڑے کی رسی جتنی زمین کا ٹکڑا ہو گا جہاں سے اسے بیت المقدس نظر آئے گا، تو یہ اس کے لیے ساری دنیا سے بہتر ہو گی۔ (مستدرک الحاکم (۴ / ۵۰۹) امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اورامام ذہبی اور علامہ البانی رحمہا اللہ تعالی نے اس میں ان کی موافقت کی ہے دیکھیں سلسلۃ احادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (۲۹۰۲)۔

مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے تو اس طرح مسجد اقصی میں ایک نماز اڑھائی سو (۲۵۰) نماز کے برابر ہوئی۔

مسجد اقصی میں ایک نماز پانچ سو نماز کے برابر والی لوگوں میں مشہور حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیں تمام المنۃ للشیخ البانی رحمہ اللہ تعالی ص (۲۹۲)۔

اور وہ ایسی پاکیزہ سرزمین ہے جہاں پر کانا دجال بھی داخل نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

(وہ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین میں گھومے گا) مسند احمد حدیث نمبر (۱۹٦٦۵)ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہاہے (۲ / ۳۲۷) صحیح ابن حبان)

عیسی علیہ السلام دجال کواسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ حدیث نبوی میں فرمان نبوی ہے :

نواس بن سمعان رضي الله تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(عیسی بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لد میں قتل کریں گے) صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۹۳۷)۔لد بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی ﷺ کو معراج کے لیے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لیجایا گیا جس کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کچھ اس طرح فرمایا ہے :

(پاک ہے وہ اللہ تعالی جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا} الاسراء(۱)

یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:

براء رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔(صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۱) صحیح مسلم حدیث نمبر (۵۲۵)۔

معروف ومعلوم ہے کہ وہ جگہ مہبط وحی اورانبیاء کرام کا وطن ہے۔بیت المقدس ان مساجدمیں سے ہے جن کی طرف سفر کرنا جائز ہے :

ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر نہیں کیاجاسکتا،مسجد حرام،مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم،اور مسجد اقصی) صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۳۲)

اورامام مسلم رحمہ اللہ تعالی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی روایت کی ہے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (۸۲۷)۔

ایک لمبی حدیث میں جسے ابو ھریرہ رضي الله تعالی عنہ نے راویت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی، حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

(فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ،) نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی) صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۷۲)۔

تو اس لیے ان تین مساجد کے علاوہ زمین کے کسی بھی علاقہ کی طرف عبادت کی غرض سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

دوم: یعقوب علیہ السلام کا مسجد اقصی کے تعمیر سے یہ ثابت نہیں ہو تا کہ اب یہودی مسلمانوں سے مسجد اقصی کے زیادہ حق دار ہیں حالانکہ یعقوب علیہ السلام موحد اور توحید پر تھے اور یہودی مشرک ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہودی مشرک اس میں کچھ بھی حق رکھیں۔

اس کا معنی یہ نہیں کہ ان کے باپ یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصی بنائی تو اب یہ ان کی ہو گئی، بلکہ انہوں نے تو ان کے لیے یہ مسجد اس لیے بنائی کہ اس میں موحد اور اہل توحید نماز پڑھیں اور اللہ تعالی کی عبادت کریں اگرچہ وہ ان کی اولاد کے علاوہ کوئی اور ہی کیوں نہ ہوں، اور مشرکوں کو اس سے دور کیا جائے چاہے وہ ان کی اولاد میں سے کیوں نہ ہوں۔

اس لیے کہ انبیاء کی دعوت نسلی نہیں بلکہ تقوی پر مشتمل ہوتی ہے۔

سوم: اور آپ کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے سابقہ انبیاء کی نماز میں امامت کرائی یہ وحدت الہی اور وحدت رسالت کی پختہ دلیل ہے۔

تو یہ بالکل صحیح ہے اس لیے کہ سب انبیاء کا دین اور عقید ایک ہی ہے کیونکہ ان سب کے دین کا منبع اور مصدر ایک وحی ہے جس سے سب انبیاء نے اپنی دینی تشنگی دور کی۔

اوران کا عقیدہ بھی ایک ہی عقیدہ توحید ہے جو کہ اس کی طرف دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک اور صرف وہ ہی عبادت کے لائق ہے، اگرچہ انبیاء کی شریعتوں میں تفاصیل کے اعتبار سے اختلاف ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

میں عیسی بن مریم علیہ السلام کا دنیا اورآخرت میں زیادہ حق دار ہوں، اور سب انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف اور دین ایک ہی ہے) صحیح بخاری حدیث نمبر (۳۲۵۹) صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۳۶۵)۔

علاتی بھائی کا معنی یہ ہے کہ جن کا باپ ایک ہو اور ماں اور ہو اسے علاتی بھائی کہا جاتا ہے۔اور ہم یہاں آپ کو یہ کہیں گے کہ آپ ایسا اعتقاد رکھنے سے باز رہیں کہ یہود ونصاری اور مسلمان اب ایک ہی مصدر پر ہیں کیونکہ یہ غلط اور غیر صحیح ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کرڈالی جس میں یہ تھا کہ وہ ہمارے نبی محمد ﷺ پر ایمان لائیں اوران کی اتباع کریں اوران کے ساتھ کفر نہ کریں، تواب آپ دیکھیں کہ وہ نبی ﷺ کی نبوت کے ساتھ کفر کرتے اور ایمان نہیں لاتے، اوراللہ تعالی کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

چہارم: قدس میں یہودیوں کا کچھ حصہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ زمین دووجہوں سے مسلمانوں کی بن چکی ہے اگرچہ پہلے وہاں پر یہودی رہتے رہے ہیں:

اس لیے کہ یہودیوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور بنی اسرائیل کے مومنوں کے دین پر جنہوں نے موسی علیہ السلام کی پیروی واتباع کیا اوران پر ایمان لائے اوران کی مدد کی یہودی ان کے دین پر واپس نہیں آئے اوراس پر عمل نہیں کیا۔

2۔ہم مسلمان ان سے اس جگہ کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اس لیے زمین پہلے رہائش اختیار کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ زمین کا مالک تو وہی بنتا ہے جو اس میں حدوداللہ کا

نفاذ کرے اوراس میں اللہ تعالی کے حکم کو چلائے ، وہ اس لیے کہ زمین اللہ تعالی نے پیدا فرمائی اورانسانوں کو اس لیے پیدا فرمایا کہ وہ اس زمین پر رہتے ہوئے اللہ تعالی کی عبادت کریں اوراس میں اللہ تعالی کا دین اور شریعت وحکم نافذ اور قائم کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

} یقینا زمین اللہ تعالی کی ہی ہے وہ جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنا دے اورآخر کامیابی انہیں کو ہوتی ہے جو متقی ہیں} الاعراف(۱۲۸)۔

تو اسی لیے اگر کوئی عرب قوم بھی وہاں آجائے جو کہ دین اسلام پر نہ ہوں اور وہاں کفر کا نفاذ کریں تو ان سے بھی جہاد وقتال کیا جائے گا حتی کہ وہاں اسلام کا حکم نافذ ہو یا پھر وہ قتل ہو جائیں۔ اور یہ معاملہ کوئی نسلی اور معاشرتی نہیں بلکہ یہ تو توحید و اسلام کا معاملہ ہے۔

فائدے کے لیے ہم چند ایک مقالہ نگاروں کی کلام نقل کرتے ہیں:

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے بودوباش اور سکونت اختیار کرنے والے کنعانی تھے ، جنہوں چھ ٦ ہزار سال قبل میلاد وہاں رہائش اختیار کی جو کہ ایک عرب قبیلہ تھا اور جزیرہ عربیہ سے فلسطین میں آیا اوران کے آنے کے بعد ان کے نام سے اسے فلسطین کا نام دیا گیا۔ دیکھیں کتاب: الصیھونیۃ نشأتھا تنظیماتھا انشتطھا ۔ تالیف : احمد العوضی ص (۷) ۔

اور یہودی تو یہاں پر ابراہیم علیہ السلام کے آنے کے بھی تقریبا چھ سو سال آئے ہیں یعنی اس کا معنی یہ ہوا کہ یہودی یہاں پر پہلی مرتبہ چودہ سو سال قبل میلاد آئیں، تو اس طرح کنعانی یہودیوں سے چار ہزار پانچ سو سال پہلے فلسطین میں داخل ہوئے اوراسے اپنا وطن بنایا دیکھیں اوپر والی ہی کتاب صفحہ نمبر(۸)۔

تو اس طرح تاریخی طور پر بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کا نہ تو اب کوئی حق ہے اور نہ ہی اس پہلے کوئی حق تھا، اور نہ تو کوئی شرعی اور دینی حق ہے اور نہ ہی قدیم رہائشی اور مالک ہونے کے اعتبار سے ہی کوئی حق ہے، بلکہ یہ لوگ غاصب اور ظالم ہیں۔ماخوذ از نیٹ)

القدس

یروشلم یا القدس فلسطین کا شہر اور دارالحکومت ہے، یہودیوں، مسیحیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے، یہاں حضرت سلیمان کا تعمیر کردہ معبد ہے، جو بنی اسرائیل کے نبیوں کا قبلہ تھا، اور اسی شہر سے ان کی تاریخ وابستہ ہے، یہی شہر مسیح کی پیدائش کا مقام ہے اور یہی ان کی تبلیغ کا مرکز تھا، مسلمان تبدیلی قبلہ سے قبل تک اسی کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے تھے، بیت المقدس کو القدس بھی کہتے ہیں، یہاں مسلمانوں کا قبلہ اول مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً ۱۳۰۰ کلومیٹر ہے۔ شہر ۳۱ درجے ۴۵ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۳۵ درجے ۱۳ دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت اللحم اور الخلیل اس کے جنوب میں اور رام اللہ شمال میں واقع ہے۔

یروشلم کا عربی نام القدس ہے جسے قدیم مصنفین عام طور پر بیت المقدِس لکھتے ہیں، دراصل اس سے مراد ہیکل (سلیمانی) تھا جو عبرانی بیت ہمقدش کا ترجمہ ہے لیکن بعد میں اس لفظ کا اطلاق تمام شہر پر ہونے لگا۔

بیت المقدس کو یورپی زبانوں میں Jerusalem (یروشلم) کہتے ہیں۔ "بیت المقدس" سے مراد وہ "مبارک گھر" یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔

بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے اور انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صیہون ہے جس پر مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔ کوہ صیہون کے نام پر ہی یہودیوں کی عالمی تحریک صیہونیت قائم کی گئی۔

قدیم تاریخ

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے عراق سے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی۔ ۶۲۰ء میں حضور نبی کریم ﷺ جبریل امین کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس آباد ہوا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۶۱ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر اور تجدید کی گئی۔ اس لیے یہودی مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔

ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو ۵۸۶ق م میں شاہ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا۔ بیت المقدس کے اس دور بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے اس شہر کو ویران پایا تو تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر پھر کبھی آباد ہو گا؟ اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب وہ سو سال بعد اٹھائے گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پر رونق شہر بن چکا تھا۔

بخت نصر کے بعد ۵۳۹ ق م میں شہنشاہ فارس روش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی۔

یہودی حکمران ہیرود اعظم کے زمانے میں یہودیوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے ۷۰ء میں یروشلم اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔
۱۳۷ ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔

مسلم تاریخ

جب نبی کریم ﷺ معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے، ۲ھ بمطابق ۶۲۴ء تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا، حتیٰ کہ حکم الٰہی کے مطابق کعبہ (مکہ) کو قبلہ قرار دیا گیا۔ ۱۷ھ یعنی ۶۳۹ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ خلیفہ عبد الملک کے عہد میں یہاں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور صخرہ معراج پر قبۃ الصخرہ بنایا گیا۔
۱۰۹۹ء میں پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے ۷۰ ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔

جدید تاریخ

پہلی جنگ عظیم دسمبر ۱۹۱۷ء کے دوران انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین اور عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔

اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے ۷۸ فیصد رقبے پر قابض ہو گئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون ۱۹۶۷ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جمالیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلہ اول ہنوز یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہودیوں کے بقول ۷۰ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے اسی لیے اسے "دیوار گریہ" کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کو ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بھی بنا رکھا ہے۔

بیت المقدس کی تاریخ پر ایک نظر

محترم کامران بونیری صاحب نے بیت المقدس کی تاریخ قدیم اور جدید کی چند جھلکیاں اپنے مضمون میں بیان کی ہیں جو نیٹ پر موجود ہے، بندہ نے نیٹ سے ہی لیا ہے اور اپنے پڑھنے والے احباب کی خدمت میں ان کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔

بیت المقدس یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ یہاں حضرت سلیمان کا تعمیر کردہ معبد ہے جو بنی اسرائیل کے نبیوں کا قبلہ تھا اور اسی شہر سے ان کی تاریخ وابستہ ہے، یہی شہر حضرت عیسٰی کی پیدائش کا مقام ہے اور یہی ان کی تبلیغ کا مرکز تھا، مسلمان تبدیلی قبلہ سے قبل تک اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس آباد ہوا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۶۱ ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر اور تجدید کی گئی۔ اس لیے یہودی مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔

ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو ۵۸۶ ق م میں شاہ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا۔

بیت المقدس کے اس دور بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا، انہوں نے اس شہر کو ویران پایا تو تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر پھر کبھی آباد ہو گا؟

اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب وہ سو سال بعد اٹھائے گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پر رونق شہر بن چکا تھا۔

بخت نصر کے بعد ۵۳۹ ق م میں شہنشاہ فارس روش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی۔

یہودی حکمران ہیرود اعظم کے زمانے میں یہودیوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے ۷۰ء میں یروشلم اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔ ۱۳۷ ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔

چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں گرجے تعمیر کیے۔ ۱۰۹۹ء میں پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے ۷۰ ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔

یہودی قبضہ

پہلی جنگ عظیم دسمبر ۱۹۱۷ء کے دوران انگریز نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔

یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔

اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے ۷۸ فیصد رقبے پر قابض ہو گئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔
تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون ۱۹۶۷ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جمالیا۔

یوں مسلمانوں کا قبلہ اول ہنوز یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہودیوں کے بقول ۷۰ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے اسی لیے اسے "دیوار گریہ" کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصٰی کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بھی بنا رکھا ہے۔

مسجد اقصیٰ

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول اور خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ مقامی مسلمان اسے المسجد الاقصیٰ یا الحرم القدسی الشریف کہتے ہیں، یہ مشرقی یروشلم میں واقع ہے جس پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں ۵ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے جبکہ مسجد کے صحن میں بھی ہزاروں افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔
۲۰۰۰ء میں الاقصیٰ انتفاضہ کے آغاز کے بعد سے یہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے۔
حضرت محمد ﷺ سفر معراج کے دوران مسجد حرام سے یہاں پہنچے تھے اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی نماز کی امامت کرنے کے بعد براق کے ذریعے سات آسمانوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور معراج میں نماز کی فرضیت ۱۶ سے ۱۷ ماہ تک مسلمان مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے ہی نماز ادا کرتے تھے پھر تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہو گیا۔

مسلم تعمیرات

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت نماز ادا کی تھی۔

یہی مسجد بعد میں مسجد اقصیٰ کہلائی کیونکہ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں اس مقام کو مسجد اقصیٰ کہا گیا ہے۔

اس دور میں بہت سے صحابہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی خاطر بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔

خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کرائی اور خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اس کی تعمیر مکمل کی اور اس کی تزئین و آرائش کی۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے بھی اس مسجد کی مرمت کرائی۔ پہلی صلیبی جنگ کے بعد جب عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے مسجد اقصیٰ میں بہت ردوبدل کیا۔

انہوں نے مسجد میں رہنے کے لیے کئی کمرے بنا لیے اور اس کا نام معبد سلیمان رکھا، نیز متعدد دیگر عمارتوں کا اضافہ کیا جو بطور جائے ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں۔

انہوں نے مسجد کے اندر اور مسجد کے ساتھ ساتھ گرجا بھی بنا لیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۸۷ء میں فتح بیت المقدس کے بعد مسجد اقصیٰ کو عیسائیوں کے تمام نشانات سے پاک کیا اور محراب اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا۔

مسجد اقصی اس ساری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا، اور بعض لوگ اس مصلی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ کو جسے عمر بن خطاب نے اس کی اگلی جانب تعمیر کیا تھا اقصی کا نام دینے لگے ہیں، اس جگہ میں جسے عمر بن خطاب رضي الله تعالی عنہ نے تعمیر کیا تھا نماز پڑھنا باقی ساری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

سانحہ بیت المقدس ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو ایک آسٹریلوی یہودی ڈینس مائیکل روحان نے قبلۂ اول کو آگ لگادی جس سے مسجد اقصیٰ تین گھنٹے تک آگ کی لپیٹ میں رہی اور جنوب مشرقی جانب عین قبلہ کی طرف کا بڑا حصہ گر پڑا۔

محراب میں موجود منبر بھی نذر آتش ہو گیا جسے صلاح الدین ایوبی نے فتح بیت المقدس کے بعد نصب کیا تھا۔

صلاح الدین نے قبلہ اول کی آزادی کے لئے تقریباً۱۶ جنگیں لڑیں اور ہر جنگ کے دوران وہ اس منبر کو اپنے ساتھ رکھتے تھے تاکہ فتح ہونے کے بعد اس کو مسجد میں نصب کریں گے۔

اس المناک واقعہ کے بعد خواب غفلت میں ڈوبی ہوئی امت مسلمہ کی آنکھ ایک لمحے کے لئے بیدار ہوئی اور سانحے کے تقریباً ایک ہفتے بعد اسلامی ممالک نے موتمر عالم اسلامی (او آئی سی) قائم کردی۔

تاہم ۱۹۷۳ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں ہونے والے دوسرے اجلاس کے بعد سے ۵۶ اسلامی ممالک کی یہ تنظیم غیر فعال ہو گئی۔

یہودی اس مسجد کو ہیکل سلیمانی کی جگہ تعمیر کردہ عبادت گاہ سمجھتے ہیں اور اسے گرا کر دوبارہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ کبھی بھی بذریعہ دلیل اس کو ثابت نہیں کر سکے کہ ہیکل سلیمانی یہیں تعمیر تھا۔(ماخوذ انٹرنیٹ مضمون کامران بونیری)

فاتح بیت المقدس

مولانا منصور احمد صاحب نے ہفت روزہ القلم میں فاتح بیت المقدس کی خدمت میں کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، جسے ہفت روزہ القلم کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔

جب سے امریکی صدر نے اپنے سفارت خانے کو اسرائیلی دارالحکومت تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کا اعلان کیا، پوری امت مسلمہ میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ مسلم ممالک کے ایوان ہائے اقتدار سے لے کر گلی کوچوں تک قبلۂ اول کی بازیابی اور فلسطین کی آزادی کے چرچے ہیں اور ہر طبقے کے مسلمان اپنے دینی جذبات کا بھرپور اظہار کر رہے ہیں۔

اقوامِ متحدہ میں بھی اس مسئلہ پر امریکہ نے سخت شکست اٹھائی ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ ہمارے لیے کوئی خاص خوشی کی بات نہیں۔ کشمیر، افغانستان، عراق، برما اور ملک شام کے حوالے سے " عالمی برادری" نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار' حق خودارادیت وغیرہ جیسے مقبول ترین نعرے صرف ایک ڈھکوسلا ہیں' جن کے ذریعے مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے ورنہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ان کی نظر میں وہ حقوق بھی حاصل نہیں' جو اُن کے ہاں کسی جانور کے ہوتے ہیں۔

ایسے حالات میں ہم نے سوچا کہ کیوں نہ اپنے قارئین کے ساتھ عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی خدمت میں حاضری دی جائے، جنہوں نے ۲۷/ رجب ۵۸۳ھ (مطابق ۱۱۸۷ء) کو یورپ کی متحدہ صلیبی طاقت کو شکست دے کر تقریباً نوے برس بعد بیت المقدس کو آزادی دلوائی تھی۔

ان کی خدمت میں پہنچ کر ہی ہمیں یہ پتہ چل سکتا ہے کہ بیت المقدس اور دوسرے مقبوضہ مسلم ممالک کیسے آزاد ہو سکتے ہیں' اس مقصد کیلئے ہمیں اپنے اندر کیا وصف اور کیا ہنر پیدا کرنا ہو گا اور کن لوگوں سے امت مسلمہ اپنے تحفظ کی امیدیں وابستہ کر سکتی ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا حال بھی یوں ہو کہ:

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی

کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

(اے سیدھے سادھے بھائی! مجھے ڈر ہے کہ تم کبھی "کعبہ شریف" نہیں پہنچ سکو گے کیونکہ تم جس راستے پر چل رہے ہو' یہ تو" ترکستان" جاتا ہے)

سلطان کی زندگی کے چند زندہ و جاوید نقوش قارئین کی نذر ہیں:

یوسف بن ایوب (سلطان صلاح الدین ایوبیؒ) ایک متوسط درجہ کے کرد شریف زادہ اور خاندانی سپاہی کی حیثیت سے ان کا نشوونما ہوا۔ سلطان صلاح الدین' ایوبی اس لیے کہلاتے ہیں کہ ان کے والد کا نام ایوب تھا۔ اسی نسبت سے سارا خاندان ایوبی کہلاتا ہے۔ یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ان کا کوئی تعلق سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ سلطان اور ان کا پورا خاندان نسلاً کُرد ہے۔ یہ قوم اب بھی عراق، شام، ترکی اور ایران میں مشہور ہے۔

مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلہ میں میدان میں آنے سے پہلے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کرد نوجوان بیت المقدس کا فاتح اور عالم اسلام کا محافظ ثابت ہو گا، اس کی قسمت میں وہ سعادت لکھی ہے جو بڑے بڑے عالی نسب شرفاء اور صلحاء کے لیے قابل رشک ہے اور تاریخ میں وہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے گا جس سے روح مبارک تک کو شادمانی حاصل ہو گی۔

یہ واقعہ بھی تاریخ میں یادگار رہے گا، جس سے سلطان کی دینی حمیت اور اس کی قوتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

سلطان صلاح الدین نے اپنا خیمہ لڑائی کے میدان میں نصب کرایا جب خیمہ نصب ہو گیا، تو حکم دیا کہ قیدی سامنے حاضر کئے جائیں۔

بادشاہ گائی اور ریجی نالڈ چاٹیلون (حنین) دونوں اندر لائے گئے، سلطان نے ریجی نالڈ کو دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی میرے انتقام سے نہیں بچ سکتا۔

صلاح الدین اتنا کہہ کر کھڑا ہوا اور ریجی نالڈ کے سامنے آیا، سلطان نے اس سے کہا سن! میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی، ایک مرتبہ تو اس وقت جب کہ تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا، دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ تو نے دھوکہ اور دغابازی سے حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کیا تھا اور کہا تھا کہ " اپنے محمد سے کہو تمہیں رہائی دیں"

ھا اَنَا اَنتَصِرُ لِمُحَمَّدٍ عَلَیہِ الصَّلوۃ وَالسَّلَامُ

(لو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں)

اتنا کہہ کر صلاح الدینؒ نے تلوار نکالی اور جیسا کہ عہد کیا تھا، ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا، جو کچھ رمق باقی تھی، اسے پہرے والوں نے آکر ختم کیا۔

سلطان عبادات و فضائل اعمال کے علاوہ حاکمانہ فضائل، عدل، عفو، حلم، جود و سخاوت، مروت و شرافت، صبر و استقامت، شجاعت و فتوت اور شہامت و علو ہمت کے اوصافِ عالیہ سے آراستہ تھے۔

قاضی ابن شداد لکھتے ہیں کہ " ہفتہ میں دو بار، پیر و جمعرات کو اذنِ عام ہوتا تھا، فقہاء، قضاۃ و علماء اور اہل مقدمہ حاضر ہوتے، بڑے چھوٹے، امیر غریب، بوڑھے اور عام بڑھیوں تک کو آنے کی اجازت تھی، رقعات و فرامین پر خود دستخط کرتے کبھی کسی صاحب غرض اور حاجت مند کو ناکام واپس نہ کرتے، اس کے ساتھ ساتھ ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے"۔

اگر کوئی فریاد یا شکایت کرتا تو خود کھڑے ہو کر اس کا مقدمہ سنتے اس کی داد رسی کرتے، خود ان کے خلاف ایک شخص نے دعویٰ کیا، سلطان نے معاملہ کی پوری تحقیق کی، اگرچہ مدعی کا حق ثابت نہیں ہوا، لیکن سلطان نے اس کو ناکام واپس نہیں کیا، اور خلعت و مال سے سرفراز کیا۔

بڑے بردبار اور متحمل مزاج تھے، مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ " اپنے رفقاء و خدام کی غلطیوں اور لغزشوں سے چشم پوشی کرتے، بعض مرتبہ کوئی ایسی بات سنتے جس سے ان کو تکلیف یا ناگواری ہوتی، لیکن وہ اس کو محسوس بھی نہیں ہونے دیتے اور نہ اپنے طرز عمل سے کوئی فرق آنے دیتے۔

سلطان بڑے شریف النفس، رقیق القلب اور درد مند انسان تھے، ظلم کو برداشت نہ کر سکتے تھے، کسی آفت رسیدہ کمزور مخلوق کی تکلیف کی تاب نہ لا سکتے، ابن شداد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی بڑھیا ان کے پاس آئی، وہ سینہ پیٹتی تھی اور برابر روئے جا رہی تھی، سلطان نے سبب پوچھا، کہا کہ میری چھوٹی سی بچی کو ڈاکو میرے خیمہ سے اٹھا لے گئے، مجھے روتے پوری رات ہو گئی، اب میں اپنی بچی آپ ہی سے لوں گی، سلطان کو اس کی حالت پر بڑا ترس آیا، اُن کی آنکھیں پُر آب ہو گئیں، اسی وقت ایک شخص کو لشکر کے بازار میں بھیجا کہ تحقیق کرے کہ کس نے اس بچی کو خریدا ہے، جس نے خریدا ہو، اس کو قیمت دے کر اور بچی کو لے کر آئے، تھوڑی دیر میں وہ سوار بچی کو کندھے پر لئے ہوئے نظر آیا، بڑھیا زمین پر گر گئی اور اپنی پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک اپنی (مغربی) زبان میں کچھ کہتی رہی پھر خوش خوش اپنی بچی کو لے کر چلی گئی"۔

قاضی ابن شداد کہتے ہیں کہ " جب سلطان کسی یتیم کو دیکھتے تو محبت و شفقت کی باتیں کرتے اور اس کی دلجوئی فرماتے، اس کو کچھ عنایت فرماتے، اگر کوئی پرورش کرنے والا نہ ہوتا تو اپنی طرف سے اس کا کچھ انتظام فرماتے، اسی طرح جب کسی معمر شخص یا بوڑھے کو دیکھتے تو بڑے متاثر ہوتے، اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتے۔"

سلطانؒ شجاعت میں ضرب المثل تھے ، قاضی ابن شداد راوی ہیں کہ سلطانؒ دن میں ایک ایک دو دو بار دشمن کے گرد گشت کرتے۔ گھمسان کی لڑائی میں سلطان تن تنہا گھوڑے پر صفوں کے درمیان چکر لگاتے۔ ایک کوتل گھوڑا سائیس کے ساتھ ہوتا، اور وہ خیمہ سے میسرہ تک فوجوں میں گھستے، صفیں چیرتے نکل جاتے۔ فوجی دوستوں کو بلاتے، ان کو مناسب مقامات پر ٹھہرنے یا بڑھنے کا حکم دیتے۔

عکہ کے سب سے بڑے معرکے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، قلب لشکر تک نے اپنی جگہ چھوڑدی،، نشان و پرچم اور طاشے زمین پر گر گئے، لیکن سلطانؒ چند ساتھیوں کے ساتھ اپنی جگہ پر جمے رہے، یہاں تک کہ پہاڑ کو پشت پر رکھ کر کھڑے ہو گئے، مسلمانوں کو للکارا، اور شرم دلائی، اور وہ میدان میں واپس آئے، اور دوبارہ حملہ کیا، جس میں دشمن کے ساٹھ ہزار آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

قاضی ابن شداد کہتے ہیں کہ سلطان نے ایک روز فرمایا: " میں تم سے اپنے دل کی بات کہتا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ ساحل کو صلیبیوں سے پاک کرنے کے بعد ملک کو تقسیم کردوں، وصیت کر کے ہدایات دے کر خود یہاں سے رخصت ہو کر چلا جائوں، اور سمندر میں سفر کر کے یورپ کے جزائر تک پہنچوں ان مغربیوں (یورپین قوموں) کا وہاں تک تعاقب کروں کہ روئے زمین پر کوئی کافر نہ رہ جائے، یا میں اس ارادہ میں کام آجائوں۔

سلطانؒ عالم فاضل شخص تھے، عرب کے انساب و قبائل یہاں تک کہ اُن کے مشہور گھوڑوں کے سلسلہ نسب پر ان کو عبور تھا، عربوں کے واقعات و حالات اُن کو مستحضر تھے دنیا کے عجائبات و نوادر کا علم تھا، ہر طرح کی معلومات رکھتے تھے، ان کے ہم نشینوں کو ان سے بہت نئی باتیں معلوم ہوتی تھیں۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ ان کو حماسہ حفظ تھا، لین پول ان کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس کا اصلی رجحانِ طبیعت دینیات کی طرف تھا، علمائے وقت سے احادیث سنتے، ان کے براہین اور راویوں کے سلسلہ کی تحقیق، مسائل فقہ پر بحث، آیات قرآنیہ کی تفسیر میں اسے بڑا انہماک رہتا تھا اور سب سے بڑھ کر اس بات کا ذوق تھا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کی تائید اور ثبوت قوی دلائل سے دیا جائے۔"

میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی، جس نے اپنے اکلوتے بچہ کا داغ اٹھایا ہے، وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے، اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے، خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے " یاللاسلام" اسلام کی مدد کرو! آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔

عکّا کے معرکہ میں ان کی کیفیت یہ تھی:" سارے دن سلطان نے ایک دانہ منہ میں نہیں رکھا، صرف طبیب کے مشورہ اور اصرار سے ایک مشروب کا استعمال کیا۔ شاہی طبیب نے مجھے بتلایا کہ ایک مرتبہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے صرف چند لقمے کھائے، ان کی طبیعت میدانِ جنگ کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں تھی"۔

سلطان کو جہاد سے عشق تھا، جہاد اس کی سب سے بڑی عبادت، سب سے بڑی لذت عیش، اور اس کی روح کی غذا تھی۔ قاضی ابن شداد کہتے ہیں:

" جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ وریشہ میں سما گیا تھا، اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا، یہی ان کا موضوع گفتگو تھا، اسی کا سازوسامان تیار کرتے رہتے تھے اور اس کے اسباب ووسائل پر غور کرتے، اسی مطلب کے آدمیوں کی ان کی تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد اور اہل خاندان اور وطن و مسکن اور تمام ملک کو خیر باد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی، جس کو ہوائیں بلا سکتی تھیں، کسی شخص کو اگر ان کا قُرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا (اور اس طرح ان کی نظر میں وقعت حاصل کر لیتا) قسم کھائی جا سکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ

شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔" (ملخص از: تاریخ دعوت و عزیمت)

ماخوذ از ہفت روزہ القلم شمارہ ۶۲۵)

بیت المقدس کے جانباز

مولانا مدثر جمال تونسوی صاحب معروف کالم نگار اور قلم کار ہیں، انہوں نے ہفت روزہ القلم میں کئی اقساط پر مشتمل مضمون تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے بیت المقدس کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار بڑے عمدہ پیرائے میں کیا ہے، ان کا یہ مضمون پانچ اقساط میں شائع ہوا ہے، ہم ہفت روزہ القلم کے شکریہ کے ساتھ اسے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آپ کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ قبل اسرائیل نے ایک فیصلہ کیا تھا کہ بیت المقدس کے داخلی دروازوں پر سکینر مشینیں نصیب کی جائیں گی تاکہ بیت المقدس میں داخل ہونے والے فلسطینی تلاشی کے مراحل سے گزرنے کے بعد اندر جاسکیں۔ اس فیصلے پر تمام فلسطینیوں میں خصوصاً اور دنیا کے دیگر خطوں کے مسلمانوں کی طرف سے بھی عموماً پُرزور مخالفت ہوئی تھی۔

وجہ کیا تھی؟ بہت سے لوگوں نے، بلکہ بہت سے مسلمانوں نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ مسلمان اگر سکینر سے تلاشی دیتے ہوئے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوں گے تو کون سی قیامت آجائے گی؟ اسرائیل پہلے ہی فلسطینی مسلمانوں پر بے پناہ سختی کر رہا ہے اور اب اس غیر مضر فیصلے پر فلسطینی مسلمانوں کا اسرائیل کے مقابلے پر اترنا اپنے اوپر مزید سختی کرانے کے مترادف ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ محض جذباتی ہیں اور حکمت و بصیرت زیادہ نہیں رکھتے، الغرض اس طرح کی کئی باتیں کی گئیں

مگر یہ سب تبصرے کرنے والے وہ تھے اور ہیں، جن کا القدس کی حفاظت کے لیے کوئی بال بھی بیکا نہیں ہوا، لیکن کوس انہیں رہے تھے جن کا جان ومال اور اولادومتاع سب کچھ القدس کی حفاظت کے لیے نچھاور ہورہاہے۔

بات اتنی ہے کہ فلسطینی مسلمان غیرت مند ہیں، اور صرف اسرائیل ہی نہیں بلکہ اس کے تمام پشتی بانوں کی سازشوں سے بخوبی آگاہ ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جو اقدام بظاہر معمولی اور غیر مضر دِکھتاہے وہ حقیقت میں کس قدر دوررس اور نقصان دِہ نتائج رکھتاہے وہ جانتے تھے کہ اگر بیت المقدس پر اسرائیل کو تلاشی مشینیں نصب کرنے اور پھر فلسطینیوں کو ان کے ماتحت وہاں سے تلاشی دیتے ہوئے گزرنے کا موقع دیدیا جائے تو یہ بات بیت المقدس کی آزادی اور اسلامیت کو دفنانے کے مترادف ہے

کیونکہ اس کے بعد گویا وہ خود عملاً یہ اعتراف کررہے ہوتے کہ بیت المقدس پر اسرائیل کا حق ہے اور خود اسرائیل بھی پھر دنیا کی آنکھوں میں مزید دھول جھونکنے بلکہ اسے قانونی بنانے میں دیر نہ لگاتا کہ دیکھو فلسطین بھی ہمارا ہے اور بیت المقدس بھی، اسی لیے تو ہم یہاں کے متولی ہیں اور یہ فلسطینی مسلمان ہمارے ماتحت اور بیت المقدس میں داخلے کے لیے ہماری اجازت کے محتاج!

آپ خود بتایئے کہ کیا اس کے بعد مسلمانوں کی بیت المقدس پر کوئی حیثیت باقی رہتی؟ مگر آفریں ہو فلسطینی مسلمانوں پر کہ وہ سب کے سب اسرائیل کے اس فیصلے کے خلاف ڈٹ گئے اور فلسطینی مسلمان مائیں اپنے اس حق کے لیے اسرائیلی درندوں سے نبرد آزما ہو گئیں اور آخر کار اسرائیل اپنے اس فیصلے سے پسپا ہوا، اس مرحلے کی ناکامی کے بعد پھر ٹرمپ (امریکی صدر) کے ذریعے ایک اور عالمی وار کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور بظاہر اب یہ کوششیں اپنے نتائج کے بہت قریب نظر آرہی ہیں مگر اہل حق مایوس نہیں ہیں۔ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ:

"میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتی رہے گی...اور پھر جب پوچھا گیا وہ کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: بیت المقدس اور اس کے اَطراف میں"

ہاں! یہ جماعت موجود رہی ہے اور موجود رہے گی۔ اسے کوئی مٹا نہیں سکے گا، وہ کبھی کمزور بھی ہوں گے اور کبھی طاقتور بھی کبھی وہ بظاہر منظر عام سے ہٹے ہوئے محسوس ہوں گے اور کبھی کسی صلاح الدین ایوبی کی زیر کمان فتح کے جھنڈے لہراتے نظر آئیں گے، مگر وہ باقی ضرور رہیں گے۔

اور وہی بیت المقدس کے محافظ ہوں گے، وہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں کے باہمی تعلق کو خوب سمجھتے ہوں گے، وہ قرآن کریم پر پورا پورا ایمان رکھنے والے ہوں گے، وہ قرآن کریم اور سنت نبویہ کو چھوڑ تورات یا بائبل پر اعتماد کرنے والے نہیں ہوں گے۔

اور ہاں! وہ پاک دل اور پاک عقیدے والے ہوں گے، رب تعالیٰ نے جس گھر کو "بیت المقدس" کہلوایا ہے، اس کی حفاظت اور آزادی بھی انہی کے ہاتھوں ہوگی جو اپنے ظاہر و باطن کو مقدس و مطہر یعنی پاک وصاف بنائے ہوئے ہوں گے۔

اہل شام ایک بار اگرچہ دبا دیئے گئے ہیں مگر وہ بھی دوبارہ اُبھریں گے، پہلے بھی بیت المقدس کی فتح والا لشکر صلاح الدین ایوبی کی زیر قیادت انہی شامی علاقوں سے روانہ ہوا تھا اور بظاہر آئندہ بھی ایسے ہی ہوگا، اس لشکر میں دنیا بھر میں پھیلے مسلمانوں میں سے وہ تمام خوش نصیب اہل ایمان شامل ہوں گے جن کے بارے میں بیت المقدس کی فتح اور اس کی حفاظت والے لشکر کا حصہ بننا مقدر ہو چکا ہے اور وہ اس کے لیے دعاوں اور تیاری سے خود کو قبول کروا چکے ہیں۔

ہم اس وقت اپنی بے بسی یا سستی پر شرمندہ ضرور ہیں، مگر مایوس نہیں ہیں اور مایوس ہونا بھی نہیں چاہئے کہ:

رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس فقط کافر لوگ ہی ہوا کرتے ہیں، ہم اپنی سستی اور غفلت پر معذرت خواہ ہیں، اور رب تعالیٰ کے حضور دعاء گو ہیں کہ وہ ہمیں بیت المقدس کے محافظین اور فاتحین میں شامل فرمادے، اگر ہمت کرے انسان تو پھر کیا نہیں بس میں یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے۔ (ماخوذ از ہفت روزہ القلم شمارہ ۶۲۲)

فضائل مسجد اقصیٰ

مدثر جمال تونسوی (کالم نگار ہفت روزہ القلم)

آہ مسجد اقصیٰ! تو آج کس حال میں ہے؟ تجھے اپنوں کی لاپرواہی نے کیسا لاچار بنا دیا ہے؟ تیرے چاہنے والوں کی کمزوری اور تیرے دشمنوں کی مکاری نے تجھے کیسی تکلیف اور غم میں ڈال رکھا ہے؟ تیرے مبارک در و دیوار جہاں فرشتے بھی اپنے پر آہستہ مارتے تھے مگر اب بدبخت یہودیوں کے اسلحے کی ٹھوکریں تجھے کتنا رنج دیتی ہوں گی؟ تیری وہ سجدہ گاہیں جہاں کبھی مقدس ترین ہستیاں، نبوت کے پیکر پیغمبرانِ الٰہی سجدہ ریز ہوتے تھے اب وہاں مجرم یہودیوں کے ناپاک بوٹوں کی دھمک سنائی دیتی ہے... جہاں کبھی تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کے زمزمے گونجتے تھے مگر اب دھتکاری ہوئی یہودی قوم کے منحوس فوجیوں کے غلیظ اور بدبودار نعرے وہاں تعفن پھیلاتے ہیں تو تجھے ان سے کتنی گِھن آتی ہو گی؟

ہاں! ان دلخراش حالات سے مسلمانوں کے سینے زخمی ہیں، اہل دل اس پر تڑپتے ہیں، تجھ سے محبت رکھنے والے یہ حالت دیکھ کر روتے اور آہیں بھرتے ہیں، کوئی تجھ پر قربان ہونا چاہتا ہے مگر رکاوٹوں کے اتنے پہاڑ ہیں کہ اس کی ہمت جواب دے جاتی ہے، کوئی تجھے ستانے والے یہودیوں پر آگ بن کر برسنا چاہتا ہے مگر وہ تجھ سے بہت دور بیٹھ کر تیرے غم میں تیرا شریک ہو کر بے چین رہتا ہے...

تو سعادتوں کا مرکز مگر آج تجھے شقاوت کے مارے یہودیوں نے گھیر رکھا ہے، تو برکتوں کا گھر مگر آج تجھے غضب کی ماری قوم نے اجاڑ رکھا ہے... لیکن یاد رکھنا! بہت جلد تیرے چاہنے والے، تیری عزت اور تقدس کو پہچاننے والے تجھے ان ظالموں کے چنگل سے آزاد کروائیں گے، عن قریب پھر وہ دن آئیں گے جب تکبیر کے پاکیزہ نعرے تجھ میں گونجیں گے، عن قریب سعادت مند لوگ کی جبین نیاز تیری زمین کے بوسے لے گی۔

ماہ نامہ صدائے جمعیت لاہور فروری، مارچ، ۲۰۱۸ء (اشاعت خاص بیت المقدس)

قارئین کرام! مسجد اقصی عام مساجد سے بہت بلند اور اونچی شان رکھتی ہے، اس کے دامن میں بے بہا برکتیں اور سعادتیں رکھ دی گئی ہیں، اہل ایمان کے دلوں میں اس مسجد کی بڑی وقعت اور محبت رچی بسی ہوئی ہے، قرآن وسنت میں اس مسجد کی فضیلت پر کئی دلائل اور ارشادات موجود ہیں جنہوں پڑھ کر ایک مخلص مومن کے دل میں اس مسجد کی خاص عقیدت اور محبت دل میں اتر جاتی ہے۔ آیئے آج کی مجلس میں اسی عظیم البرکت مسجد کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں جو قرآن وسنت میں ہمیں بتلائے گئے ہیں۔

(۱) تین اہم مساجد میں سے ایک: اس مسجد کی ایک فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسجد اُن تین مساجد میں شامل ہے جن کی طرف سفر کرنے کی بطور خاص اجازت دی گئی ہے اور اس کی طرف سفر کرنے کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِحَالُ الَّا الیٰ ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ: اَلمَسجِدُ الحَرَامُ، وَ مَسجِدُالرَّسُول ﷺ، و مَسجِدُ الاقصیٰ (بخاری: ۱۱۸۹)

ترجمہ:" تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے (اور وہ تین مساجد یہ ہیں): مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ"

یعنی: اگر کوئی انسان عبادت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے کسی مسجد کی طرف سفر کرکے جانا چاہتا ہے تو باقی مساجد ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں اس لیے ان مساجد میں کسی کو کسی پر ترجیح حاصل نہیں لیکن یہ تین مساجد اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے ان کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔

(۲) یہ مسلمانوں کا قبلہ اول تھا: جب تک مسلمانوں کے لیے کعبہ شریف کو قبلہ مقرر نہیں کیا گیا تھا اُس وقت تک مسلمانوں کے لیے قبلہ یہی "مسجد اقصیٰ" تھی، اس طرح یہ مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھی، اس بنیاد پر اس کی جو فضیلت اور مسلمانوں کے دل میں اس کا جو مقام ہونا چاہیے وہ بالکل واضح ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ہم نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینوں تک نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں پھر ہمارا قبلہ کعبہ کو مقرر کردیا گیا (بخاری: ۳۳۹۲)

(۳) زمین پر قائم ہونے والی دوسری مسجد: مسجد اقصی کی فضیلت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس زمین پر بیت اللہ کے بعد جو مسجد قائم ہوئی وہ یہی مسجد اقصی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: مسجد حرام... میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد؟ (یعنی مسجد حرام کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد اقصیٰ"... (بخاری: ۳۳۶۶)

(۴) مبارک سرزمین سے نسبت: مسجد اقصی کی ایک فضیلت یہ ہے کہ یہ مسجد جس سرزمین پر واقع ہے اللہ تعالی نے اس سرزمین کو مبارک قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الاسرا ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے

بعض اہل علم فرماتے ہیں: اگر اس مسجد کے لیے اس قرآنی فضیلت کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تب بھی یہی ایک فضیلت اس کی عظمت و بزرگی اور شان کے لیے کافی تھی۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مفید عبارت بھی نقل کردی جائے جو شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمائی ہے، آپ تحریر کرتے ہیں:

"جس ملک میں "مسجدِ اقصیٰ" واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں، مادّی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی اِفراط اور رُوحانی اِعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء ورُسل (علیہم السلام) کا مسکن و مدفن اوران کے فیوض واَنوار کا سرچشمہ رہا ہے۔

شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اِشارہ ہو گا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے، آپ کی ذات مقدسہ میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، اُن پر اب بنی اِسماعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے، "کعبہ" اور "بیت المقدس" دونوں کے انوار وبرکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔" (تفسیر عثمانی)

(۵) سرزمین محشر: مسجد اقصی کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ جس سرزمین پر واقع ہے وہ سرزمین حشر ونشر کی جگہ ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتلایئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سرزمین حشر ونشر کی جگہ ہے...(ابن ماجہ: ۱۴۰۷)

(۶) معراج رسول ﷺ کی ایک منزل: مسجد اقصیٰ کی ایک یہ فضیلت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت اللہ تعالی نے خاتم النبیین ﷺ کو عظیم اعزاز معراج کی صورت میں عطاء فرمایا، جو ایک عظیم معجزہ بھی ہے، تو سفر میں ایک اہم منزل وہ پڑاؤ تھا جو آپ نے مسجد اقصیٰ میں فرمایا، پھر یہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپ کو آسمان کی بلندیوں کی طرف لیجایا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "میرے پاس براق لایا گیا، یہ ایک سفید رنگت کی لمبی سواری تھی، گدھے سے کچھ بڑی اور خچر سے کچھ چھوٹی، اس کا ایک قدم انتہائے نظر کی مسافت پر پڑتا تھا۔ نبی

کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اُس پر سوار ہوا، یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، وہاں پہنچ کر اس سواری کو اس حلقے سے باندھ دیا جس حلقے سے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام (اپنی سواریاں) باندھتے ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اس میں دو رکعات اداء کیں، پھر باہر نکل آیا؛

حضرت جبرئیل علیہ السلام دودھ اور شراب کا ایک الگ الگ برتن میرے پاس لائے، میں نے ان میں سے دودھ والا برتن لے لیا، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطرت (کے عین مطابق چیز کو) پسند فرمایا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں آسمان کی طرف لے کر چل پڑے"۔..(مسلم:۱۶۲)

(۷) نماز میں کئی گُنا اضافہ: اس مسجد کی ایک اہم فضیلت یہ بھی ہے کہ اسلام کے اہم ترین رکن نماز کا اجر وثواب اس مسجد میں کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسجد کا مقام ومرتبہ دیگر مساجد کے مقابلے میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کی مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی فضیلت زیادہ ہے یا بیت المقدس والی مسجد (یعنی مسجد اقصیٰ) کی؟ چنانچہ یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری مسجد میں پڑھی جانے والی ایک نماز اُس مسجد (مسجد اقصیٰ) کی چار نمازوں سے افضل ہے۔ اور وہ نماز کی جگہ تو بہت ہی خوب ہے!۔ عن قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو اگر گھوڑے کی ایک لگام کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ مل جائے کہ جس سے وہ مسجد اقصیٰ کی زیارت کر سکیں تو ان کے نزدیک یہ زیارت پوری دنیا سے بہتر ہوگی"۔ (حاکم:۴/۵۰۹)

اللہ اکبر! یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے اور پیشین گوئیوں میں سے ہے، اس میں آپ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ایک وہ وقت آئے گا جب مسلمانوں کے دلوں میں اس مسجد کی قدر وقیمت بہت بڑھ جائے گی اور اس مسجد کے بارے میں دشمنان اسلام کی عداوتیں بہت بڑھ جائیں گی، ان کی عداوتوں کی وجہ سے مسلمان اس مسجد کے لیے ترسیں گے حتیٰ کہ انسان یہ سوچے گا کہ کاش اگر مجھے گھوڑے کی لگام جتنی کوئی ایسی جگہ بھی مل جاتی جہاں سے میں مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیتا تو وہ اس خوشی کو دنیا بھر کی خوشیوں سے بہتر سمجھے گا۔

(۸) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اجتماع گاہ: ایک طویل حدیث میں، جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راویت کیا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی، حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی

(۹) دجال سے محفوظ جگہ: مسجد اقصیٰ ایک ایسی پاکیزہ سرزمین میں واقع ہے، جہاں "کانا دجال" بھی داخل نہیں ہو سکے گا، جیسا کہ حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

" وہ دجال ساری زمین گھومے گا مگر حرم اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکے گا

(مسند احمد۔ حدیث نمبر: ۱۹۶۶۵)

ایک طرف اس عظیم مسجد اور اس علاقے کے یہ فضائل اور مراتب ہیں، جس کا حق یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری اور افضل امت کا اعزاز پانے والی امت اس مسجد کی قدر کرتی، اس مسجد کو دینی شعائر سے آباد رکھتی اور ہر قسم کے کفر اور کفریہ تسلط سے پاک رکھتی لیکن... آہ!!! آج اسی ارضِ مقدس کے مسلمان سخت آزمائشوں کا شکار ہیں، انہیں وہاں قسما قسم کے تکلیف دِہ حالات کا سامنا ہے، یہودی ظالم انہیں بلڈوزروں سے روند رہے ہیں، بچوں کو قتل کررہے ہیں، عورتوں کو جیلوں میں بند کرتے ہیں، بوڑھوں کی تذلیل کرتے ہیں، نوجوانوں کو گولیوں سے اُڑادیتے ہیں، اُن کے گھروں کو مسمار کردیتے

ہیں، مسجد اقصی کی حرمت پامال کی جاتی ہے، یہ سب حالات ہم مسلمانوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ان کے غم اوران کے درد کو محسوس کریں، ہم ان کے لیے دعاء کو اپنے معمولات کا حصہ بنالیں اور جہاد کا پختہ عزم کریں، جہادی قافلے میں شامل ہو جائیں، تا کہ ان کفار کی جارحیت کا منہ موڑا جائے۔

اے اللہ! مسجد اقصیٰ کو ظالموں، سرکشوں اور غاصبوں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک فرما، فلسطینی مسلمانوں کے ضعف اور کمزوری کو ختم فرما، انہیں قوت

عطاء فرما، ان کے دشمنوں کی تدبیروں کو ناکام فرما، کافروں کی جنگ کو واپس انہی پر پلٹ دے۔ اے اللہ! بلاشبہ آپ ہی سب سے بہتر انتقام لینے والے اور مجرموں کو سزا دینے والے ہیں!

مسجد اقصیٰ کے بارے میں ۴۰ اَہم معلومات

حضرت مولانا مدثر جمال تونسوی مدظلہ

اگر کسی مومن کو بیت المقدس کی سرزمین پر گھوڑے کی ایک رسی جتنی جگہ بھی مل جائے کہ جس کی بدولت وہ مسجد اقصیٰ کی زیارت سے مستفید ہوتا رہے تو یہ دنیاومافیہا سے بہتر ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث پاک میں بیان ہوا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک سچے مومن کے دل میں بیت المقدس کی کتنی عظمت ہونی چاہئے اور مسلمانوں کو اس بارے میں کس قدر بیدار مغز اور حساس ہونا چاہئے۔

''چھوٹا منہ، بڑی بات''، مگر ایک بات کہنا چاہتا ہوں، اور پھر اگر یہ بات بعض معتبر لوگوں سے منقول نہ ہوتی تو شاید ذکر نہ کرتا۔

اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کا کس قدر جذباتی تعلق ہے؟ اس سے اندازہ لگائیے کہ بعض اولیائے کرام اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء معمول کے طور پر مانگا کرتے تھے:'' اے اللہ! اگر آپ نے ہمارے جسموں کے لیے بیت المقدس کی فتح میں شرکت مقدر نہیں کی، تو ہماری روحوں کے لیے بیت المقدس کی فتح میں شرکت مقدر فرمادیجئے''!

اس موضوع پر کہنے کو بہت کچھ ہے، مگر فی الحال اس مضمون کے ذریعے مسجد اقصیٰ کے بارے میں چالیس اہم معلومات پیش کرنا مقصد ہے جن میں سے بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ بہت سے مسلمان بھی ان سے واقف نہیں ہوتے۔ اس موضوع پر ایک عرب صاحب علم دکتور عیسی القدومی کی تحریر جو سنہ ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی تھی، جس نے خود عرب دنیا میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور بیت المقدس کی آزادی کی تحریک سے روشناس کرانے اور مسلمانوں میں موجود غفلت اور ناواقفیت ختم کرنے میں اس نے کافی کردار اداء کیا۔ اللہ کرے یہ معلومات مسجد اقصیٰ سے ہمارے قلبی تعلق اور ظاہری کاوشوں کو مزید قریب تر کردیں۔

(۱) مسجد اقصیٰ ایک مکمل احاطے کا نام ہے، چنانچہ عام طور سے تصویر میں جو ایک لمبی چوڑی چار دیواری دِکھائی دیتی ہے، تو اس کے اندر جو کچھ بھی ہے، یعنی اس میں موجود دروازے، مختلف چھوٹے بڑے صحن، برآمدے، جامع مسجد، قبۃ الصخرہ، مصلٰی مروانی، قبے، پانی کی سبیلیں اور دیگر جو بھی تاریخ آثار اس چار دیواری میں موجود ہیں، حتی کہ اس پر موجود اذان دینے کے منارے سب ''مسجد اقصیٰ'' میں شامل ہے۔ یہ پوری جگہ سوائے قبۃ الصخرہ اور جامع مسجد (عوام کے ہاں عام طور سے اسی جگہ کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے) کے بغیر چھت کے ہے۔

چنانچہ علمائے کرام اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ جو شخص اس پورے احاطے میں کہیں بھی نماز پڑھ لے تو وہ اس فضیلت کا مستحق بنتا ہے جو مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔

(۲) مسجد اقصی کے کئی نام ہیں جو سب کے سب اس کی فضیلت اور بلندی شان کی اظہار ہیں۔ بعض علماء نے اس کے بیس نام جمع کیے ہیں۔ البتہ مشہور نام تین ہیں: مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور ایلیا۔ (بندہ راقم الحروف (حدوٹی) نے اپنے اس مضمون کے شروع میں سترہ نام تحریر کیے ہیں)

(۳) یہ مسجد بیت المقدس شہر کے ایک ٹیلے پر واقع ہے اور یہ مسجد اس اعتبار سے دنیا کی واحد ترین مسجد ہے کہ اس کے احاطے میں جس قدر تاریخی آثار موجود ہیں وہ کسی اور جگہ موجود نہیں ہیں۔ اس مسجد کا کل احاطہ چالیس ہزار، ایک سو چار مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔

(۴) زمین پر مسجد حرام کے بعد دوسرے نمبر پر بننے والی مسجد یہی ''مسجد اقصیٰ'' ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: زمین پر سب سے پہلی کون سی مسجد تعمیر کی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: مسجد حرام!۔ میں نے پوچھا: پھر اس کے بعد کون سی؟ تو آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا: ان دونوں کی تعمیر میں کتنی مدت کا فرق ہے؟ تو آپ نے فرمایا: چالیس سال۔'' (بخاری)

(۵) یہ ایسی مسجد ہے کہ خود اس کا اپنا احاطہ بھی اور اس کا ارد گرد بھی مبارک علاقہ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو، رات کے ایک حصے میں مسجد حرام سے اُس مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے، تاکہ اُسے اپنی نشانیوں میں سے کچھ دِکھائیں، بے شک وہی کامل سننے والا اور کامل دیکھنے والا ہے۔

اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر اس ایک آیت کے علاوہ، اس مسجد کی فضیلت کے بارے میں اور کوئی بات بھی نہیں ہوتی، تب بھی یہی ایک آیت بہت کافی تھی، پھر جب اس کا ارد گرد مبارک ہے تو خود اس مسجد کی برکت کتنی ہوگی؟ شاید یہی وجہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ باقی تمام مساجد سے اس کا مقام و مرتبہ بڑھ کر ہے۔

(۶) مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔

اس کی تفصیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنئے۔ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر، سولہ یا سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں، پھر ہمارا رُخ قبلہ بیت اللہ کی طرف پھیر دیا گیا (بخاری و مسلم)

یاد رہے کہ قبلے کی تبدیلی کے بعد بھی اس مسجد اقصیٰ کی اہمیت ختم نہیں ہوئی، بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں اور اسلامی شریعت میں پہلے کی طرح ہمیشہ کے لیے اس کی عظمت بر قرار رہی ہے اور بر قرار چلی آرہی ہے۔ الحمد للہ

(۷) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس مسجد کی فضیلت اور عظیم شان کو بیان فرمایا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ہر سچے مسلمان کا دل اس کے ساتھ جُڑا رہتا ہے اور اسے براہ راست دیکھ لینا بھی اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی موجودگی میں اس بات کا مذاکرہ کیا کہ آیا مسجد اقصی افضل ہے یا مسجد نبوی؟ تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز، مسجد اقصی میں چار نمازوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی بہت ہی اچھی نماز کی جگہ ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بندے کو اگر وہاں زمین کا فقط گھوڑے کی رسی کی جگہ جتنا ٹکڑا مل جائے کہ جس کی بدولت وہ وہاں رہ کر بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہو سکے تو یہ بات اس کے لیے پوری دنیا سے بہتر ہو گی"۔ (مستدرکِ حاکم۔ وافقہ الذھبی)

(۸) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے فتح ہونے سے پہلے ہی اس کے فتح ہونے کی بشارت عطاء فرمائی جو ایک طرف ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے اور دوسری جانب اس مسجد کی عظمت کا نشان بھی ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ چمڑے کے بنے ہوئے ایک خیمے میں موجود تھے، اس وقت آپ نے فرمایا:

یہ بات شمار کر کے رکھ لو کہ قیامت سے پہلے یہ چھ باتیں ضرور ہوں گی: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر دو ایسے عام موتیں جو تم بکریوں کی وباء کی طرح پھیل جائیں گی (۴) پھر مال میں اس قدر اضافہ کہ اگر کسی کو ایک سو دینار بھی دیئے جائیں

گے تو وہ اس پر بھی (کمی محسوس کر کے) ناراضی ظاہر کرے گا (۵) پھر ایک ایسا فتنہ آئے گا عرب کے کسی بھی گھر میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا (۶) پھر تمہارے اور بنو اصفر (رومیوں) کے درمیان ایک صلح کا زمانہ آئے گا، مگر وہ تم سے بدعہدی کریں گے اور تم سے لڑنے کے لیے اسی جھنڈوں تلے جمع ہو کر آئیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گی (بخاری: ۳۱۷۶)

(۹) مسجد اقصیٰ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ طائفہ منصورہ کی قیام گاہ اور اہل ایمان کا مضبوط گڑھ ہے۔ یعنی اس جگہ ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مددیافتہ اور پختہ ایمان والوں کی ہو گی۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی حمایت کے لیے قتال کرتی رہے گی، جو اپنے مخالفین پر غالب رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری طبقہ مسیح دجّال سے قتال کرے گا۔ (مسند احمد۔ سنن ابی داؤد۔ مستدرک حاکم۔)

اگرچہ یہ جماعت دنیا میں بکھری ہوئی بھی وقتاً فوقتاً موجود رہے گی مگر بیت المقدس میں یہ جماعت بہر حال رہے گی کیوں کہ دوسری حقیقت یہ ہے کہ دجال نامی فتنے کو قتل کرنے کے لیے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ فلسطین کے باب لُد کے مقام پر ہی اسے قتل کریں گے، تو یقیناً اس وقت خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ موجود مجاہدین جس سرزمین پر موجود ہوں گے وہ یہی بیت المقدس اور فلسطین کا علاقہ ہے۔

(۱۰) مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور بلادِ شام: یہ ارضِ محشر (جمع ہونے کی جگہ) بھی ہے اور ارضِ منشر (دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جانے کی جگہ) بھی۔

نبی کریم ﷺ کی باندی حضرت میمونہ بنت سعد فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! آپ ہمیں بیت المقدس کے بارے میں کچھ بتایئے! تو آپ نے فرمایا: وہ جمع ہونے اور دوبارہ جی اُٹھنے کی جگہ ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ)

(۱۱)مسجد اقصیٰ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اس سر زمین کے اہل ایمان دجال سے حفاظت کے لیے اس میں پناہ لیں گے اور دجال اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(دجال کی)"علامت یہ ہے کہ وہ چالیس دن زمین پر رہے گا، ہر پانی کے گھاٹ تک اس کی حکومت پھیل جائے گی، البتہ چار مسجدوں تک وہ نہیں آسکے گا: کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور طور"۔(مسند احمد، مجمع الزوائد، رجالہ رجال الصحیح)

(۱۲)اِسی مسجد اقصیٰ کی جانب نبی کریم ﷺ کو معراج کی شب سیر کرائی گئی اور اس میں عجیب حکمت یہ ہے کہ اس سیر کی ابتداء مسجد حرام سے ہوئی جو زمین پر بننے والی پہلی مسجد ہے اور اس زمینی سیر کی آخری منزل مسجد اقصیٰ بنائی گئی جو زمین پر بننے والے دوسری مسجد ہے، اس طرح نبی کریم ﷺ کے لیے دو قبلے اور ان کی فضیلت جمع کر دی گئیں اور اسی کے ساتھ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا بلیغ اِشارہ بھی دے دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میرے پاس براق کو لایا گیا، یہ ایک سفید رنگ کا قدرے لمبا جانور تھا، جو گدھے سے کچھ بڑا اور خچر سے کچھ چھوٹا تھا۔ اس کا قدم وہاں تک پڑتا تھا جہاں تک آدمی کی نظر پڑتی ہے۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچا۔ پھر اسے اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جہاں دیگر انبیائے کرام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر باہر آیا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لائے ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ۔ میں نے دودھ والا برتن لے لیا تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطری چیز کو پسند فرمایا ہے اور پھر ہمیں وہاں سے آسمان کی طرف لے جایا گیا...(مسلم شریف)

(۱۳)یہ مسجد اقصیٰ وہ واحد مبارک جگہ ہے جہاں انسانی تاریخ کا سب سے عظیم الشان اجتماع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی نبی گزرے ہیں وہ سب کے سب اس مبارک جگہ پر معراج نبوی کے موقع پر جمع

ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز اداء کی۔ جس میں یہ پیغام بھی تھا کہ یہ نبی تما م نبیوں کے امام ہیں اور یہ بھی پیغام تھا کہ اب اس مبارک جگہ کی خلافت ووراثت امت محمد یہ کے سپرد کی جارہی ہے۔ اب دین وہی قبول ہو گا جو سیدنا محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اور جو ان کی امت میں داخل ہو گا وہی کامیاب ہو گا۔

(۱۴)اس مسجد کی طرف کجاوے کس کر سفر کیا جاتا ہے اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی باقاعدہ محنت ومشقت اٹھا کر اور کجاوے کس کر اس مسجد کی طرف سفر کرے تو یہ مستحب اور بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین مساجد: یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی اور کی طرف کجاوے نہ کَسے جائیں۔" (بخاری ومسلم)

اسی لیے متعدد صحابہ کرام نے دور دراز سے سفر کیے تاکہ مسجد اقصی کی زیارت کر سکیں اور وہاں نماز پڑھ سکیں، بلکہ بہت سے سلف صالحین تو اپنے اپنے زمانے میں تعلیم وتعلم کے حلقوں کے ذریعے اس مسجد کو آباد کرتے رہے ہیں۔

(۱۵)اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ "حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر اس بات کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ کون سی مسجد افضل ہے؟ آیا رسول اللہ ﷺ کی مسجد یا بیت المقدس؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا، بیت المقدس کی چار نمازوں سے افضل ہے۔ البتہ وہ بھی نماز پڑھنے کے لیے بہت ہی اچھی جگہ ہے اور عنقریب ایسا بھی ہو گا کہ کسی شخص کو یہ بات دنیا ومافیہا سے بہتر معلوم ہو گی کہ اسے بیت المقدس میں صرف گھوڑے باندھنے جتنی جگہ مل جائے تاکہ وہ وہاں رہ کر بیت المقدس کو دیکھ سکے۔" (اخرجہ الحاکم وصححہ ووافقہ الذہبی)

(۱۶)حضرت عمرو رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: جس وقت حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں:

ایک یہ کہ انہیں فیصلہ کرنے کی ایسی صلاحیت دی جائے کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہو، دوسری یہ کہ انہیں ایسی بادشاہت ملے کہ ان کے بعد ویسی بادشاہت کسی کو بھی نہ ملے، اور تیسری دعاء یہ کی کہ جو شخص بھی اس مسجد کی طرف کسی بھی اور مقصد کے بجائے، صرف اس میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دیا جائے جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اسے ماں نے جنا تھا۔

یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلی دو باتیں تو ان کی پوری کر دی گئی ہیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی قبول کر لی گئی ہو گی۔ (سنن النسائی۔ سنن ابن ماجہ)

(۱۷)مسجد اقصیٰ، القدس اور فلسطین کو اللہ تعالی نے پہلے دن سے ہی مقدس بنایا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

اے میری قوم! تم مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ (سورۃ المائدۃ:۲۱)

یہ خطاب ایک ایسے وقت میں ہوا کہ جب ابھی تک بنی اسرائیل فلسطین میں داخل نہیں ہوئے تھے اور بنی اسرائیل کے وہ انبیاء بھی ابھی اس میں نہیں آئے تھے کہ جن کی بنیاد پر یہودی لوگ اس زمین کی وراثت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے تذکرے میں بتایا ہے کہ:

اور ہم نے اسے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور لوط (علیہ السلام) کو نجات دے کر اس زمین میں پہنچا دیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے (الانبیا:۷۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس زمین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی۔ اسی لیے لوگ اس مقام کے آس پاس آباد ہوئے ،خود اس جگہ پر آباد نہیں ہوئے کیوں کہ یہ عبادت کی جگہ تھی۔

(۱۸) پوری تاریخ میں مسجد اقصیٰ ہمیشہ ایک اسلامی مسجد کے طور پر موجود رہی ہے اور مسلمانوں کی ملک میں رہی ہے۔ حتی کہ یہود کے آنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

فلسطین انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کی زمین ہے اور یہ سب کے سب مسلمان تھے اور ہم ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور ملتِ ابراہیم سے تو وہی شخص اعراض کرتا ہے جو بے وقوف ہے اور بلاشبہ ہم نے تو انہیں دنیا میں چن لیا تھا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ تم فرماں بردار بن جاؤ تو انہوں نے کہا: میں رب العالمین کا فرماں بردار بنتا ہوں۔ اور اسی کی وصیت کی تھی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین چنا ہے، پس تم مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مرنا۔ (سورۃ البقرۃ:۱۳۲)

(۱۹) اس مسجد میں بہت سے صحابہ کرام داخل ہوئے، انہوں نے اس کی طرف باقاعدہ سفر کیے، اس جگہ کو آباد کیا، یہاں عبادات اور وعظ و ارشاد کے ساتھ اس جگہ کو آباد کیا۔ ان کبار صحابہ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ملک شام کی فتوحات میں اسلامی افواج کے قائد تھے، حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، جو بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے، اور مسجد اقصیٰ میں اذان دی، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت ابوعبیدہ نے اپنی وفات کے وقت یہاں کا نائب بنایا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو بیت المقدس کی فتح کے وقت حاضر ہوئے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ انہوں نے تو باقاعدہ اس جگہ رہائش اختیار کر لی اور مسلمانوں میں سے یہ پہلے شخص ہیں جو بیت المقدس کے قاضی بنائے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ اسی طرح حضرت تمیم داری اور حضرت

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی ایسے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۲۰) مسجد اقصی اور بیت المقدس وہ واحد شہر ہے کہ اس کی فتح کے وقت اس کی کنجیاں لینے کے لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے خاص اسی مقصد کے لیے سفر فرمایا اور سنہ ۱۵ھ میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مسجد اقصی کی فتح آسان فرمادی تو مسجد اقصی کے صحن میں ایک مصلّی بنایا اور جمہور مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ کی چار دیوار کے مقابل قبلے کی جانب میں ایک مسجد قائم کرائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اس کی جگہ متعین کی تا کہ وہ مسجد اقصیٰ کے اگلے اور ابتدائی حصے میں شامل ہو جائے۔

(۲۱) مسجد اقصیٰ: اُن مساجد میں سے ہے جو تاریخ کے اکثر اَدوار میں علمی اور تدریسی حلقوں سے آباد رہی ہیں۔ چنانچہ یہاں متعدد ایسی نشست گاہیں بنائی گئیں جہاں طلبہ علم بیٹھ کر اپنے اساتذہ سے حصول علم میں مشغول رہ سکیں۔ خاص کر گرمیوں کے موسم میں آب و ہوا کے معتدل ہونے کی وجہ سے اس کے صحن میں علم کی بہاریں ہوتیں۔ چنانچہ ایک اندازے کے مطابق تیس کے قریب ایسی نشست گاہیں اس مسجد کے صحن میں شمار کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض نشست گاہیں ایسی ہیں جو عصر مملوکی میں بنائی گئیں اور زیادہ تر ایسی ہیں جو خلافت عثمانیہ کے دور میں بنائی گئیں اور اس طرح یہ مسجد تاریخ کے ایک طویل ترین دور تک علمی و تعلیمی حلقوں سے پُر بہار بنی رہی۔

(۲۲) مسجد اقصیٰ کو بعض لوگ ''حرم'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تعبیر درست نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تعبیر اسلامی شریعت میں ایک خاص مفہوم رکھتی ہے یعنی ایسی جگہ جہاں شکار کرنا اور درخت وغیرہ کاٹنا ممنوع ہو جیسا کہ حرم مکی کا حکم ہے۔ مگر چونکہ یہ احکامات بیت المقدس کے لیے نہیں ہیں اس لیے اسے ''حرم'' سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اس نام کے علاوہ کتاب و سنت میں اس کے جو نام آئے ہیں ان میں یہ تین نام سب سے

زیادہ مشہور ہیں: مسجد اقصی، بیت المقدس، مسجد ایلیا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ انہی ناموں سے اس مسجد کو یاد کیا جائے۔

(۲۳)مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو بعض غلط فہمیاں مشہور ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں موجود ''قبۃ الصخرۃ'' جو زرد رنگ لیے ہوئے ہے، اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے شاید مستقل کوئی تقدیس حاصل ہے۔ لیکن درست بات یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی مستقل فضیلت اور تقدیس نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسجد اقصیٰ کے گنبدوں میں سے ایک گنبد ہے اور اس کا ایک حصہ ہے اور اس حصہ ہونے کے ناطے جو عمومی فضائل ہیں وہ اسے بے شک حاصل ہیں۔

(۲۴)مسجد اقصیٰ کا ایک اہم حصہ وہ ہے جسے آج کل ''دیوارِ گریہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مسجد اقصیٰ کی جنوب مغرب جانب کی دیوار ہے اور یہ بھی اسلامی مملوکات میں سے ہے۔ اس اسرائیلی جارحیت وغاصبیت سے پہلے کبھی بھی اس کے بارے میں یہودیوں کا کوئی دعویٰ سامنے نہیں آیا تھا۔ اور پھر جب اس زمانے کے یہودیوں نے ایسا دعویٰ کھڑا کیا تو امت مسلمہ نے ان کے اس جھوٹے دعوے کو رد کیا حتی کہ ۱۹۳۰ء میں اقوام متحدہ نے بھی یہ فیصلہ دیا کہ ''یہ دیوار صرف اور صرف مسلمانوں کی ہی ملکیت ہے اور یہ مسجد اقصیٰ کا ہی ایک حصہ ہے جسے اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہ اسلامی اوقاف کی ملکیت میں ہی ہے۔''

(۲۵)مسجد اقصیٰ: اسلامی تاریخ کے اکثر اَدوار میں اسلامی حکومت کے ماتحت ہی رہی ہے۔ حتی کہ اس شہر میں موجود کنیسے، اور دیگر یہودی وعیسائی ایک اسلامی ریاست کے ماتحت کے ذمی بن کر رہے اور اسلامی حکومت ہی ان کے جان ومال کی محافظ وضامن رہی ہے اور اس شہر میں جس قدر امن وامان اور عدل وانصاف اسلامی اَدوار حکومت میں رہا ہے، وہ پوری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ اور یہ سب ایسے حقائق ہیں جس پر علمائے تاریخ کا سب کا اتفاق ہے۔

(۲۶)مسجد اقصیٰ پر اسلامی تاریخ میں پہلی بار سنہ ۴۹۲ھ ، ماہ شعبان کی تیئیس تاریخ جمعہ کے دن صلیبیوں نے قبضہ کیا، کم و بیش ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کیا اور ان میں مسلمانوں میں سے اکثر ایسے تھے جو اپنے وطن کو چھوڑ کر علم وعبادت وغیرہ کے لیے اس مقدس مقام پر آباد ہوئے تھے۔ پھر تقریباً ۹۱ سال تک صلیبی اس مقدس مقام پر قابض رہے اور اس قبضے کے دوران انہوں نے اس مقدس مقام کی بارہا بے حرمتی کی اور مسجد اقصیٰ کے تاریخی آثار و نقوش کو مٹانے اور تبدیل کرنے میں لگے رہے۔ چنانچہ اس مسجد اقصیٰ کے ایک طرف انہوں نے ایک کنیسہ بنایا اور ایک جانب اپنے گھڑ سواروں کے لیے رہائش گاہ اور ذخیرہ اندوزی کے لیے ایک گودام بنایا، اور نماز پڑھنے والی جگہ خنزیر اور دیگر جانور بسا دیئے گئے اور قبہ الصخرہ کے اوپر انہوں نے اپنی سب سے بڑی صلیب نصب کر دی تھی۔

(۲۷)مسجد اقصیٰ کو جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آزاد کرایا تو اس جامع مسجد کی اصلاح و تعمیر نو کا حکم دیا تاکہ یہ واپس اسی اصلی حالت پر آجائے جس حالت پر صلیبیوں کے قبضے سے پہلے تھی۔ پھر انہوں نے حلب سے ایک شاندار منبر منگوایا، جس کے بنانے کا حکم اس فتح سے بیس سال پہلے سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ چنانچہ پھر وہ منبر مسجد اقصیٰ میں رکھ دیا گیا تاکہ خطیب اس پر کھڑے ہو کر جمعہ کے دن خطبہ دیا کرے۔ پھر یہ منبر کئی صدیوں تک باقی رہا تاآنکہ سنہ ۱۹۶۹ء، اگست کی اکیس تاریخ کو یہودیوں نے اس کو آگ لگائی اور اسی کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھنے والی جگہ جسے المصلی الجامع کہتے ہیں، اسے بھی آگ لگائی۔

(۲۸)مسجد اقصیٰ ، بیت المقدس اور ہمارے نبی ﷺ کے معراج و اسراء کی سرزمین تاریخ کے اکثر زمانوں میں اسلامی سرزمین کے طور پر جانی جاتی رہی سوائے اُن چند زمانوں کے جب اس پر کچھ قاتل اور ظالم لوگ مسلط ہوگئے۔ چنانچہ دورِ محمدی سے ایسی ہی ایک قوم تھی جس کا بادشاہ جالوت تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں

اس جابر بادشاہ کو قتل کرایا۔ اسی طرح بعد کے متعدد زمانوں میں رومی اور یورپ کے صلیبی اور اس دور میں یہودی ایسے ہی ظالم و قاتل لوگ ہیں جو عارضی طور پر اس مقدس مقام پر قابض و مسلط ہیں۔ اور ایک وقت آئے گا کہ ان کے ناپاک ہاتھوں سے اس مقدس مقام کو آزادی ملے گی۔ ان شاء اللہ

(۲۹) مسجد اقصیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہی مقدر فرمایا کہ اسے مسلمان، ظالموں سے آزاد کرائیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں اُس وقت کے اہل ایمان نے اس مبارک مسجد اور مبارک علاقے کو فتح کیا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۵۸ میں بیان ہوا ہے کہ:

''اور جب کہا ہم نے: تم لوگ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور پھر وہاں جو چاہو مزے سے کھاؤ، اور اس کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا''

امام قرطبی مفسر فرماتے ہیں کہ: اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کی آزادی میں جو اہل ایمان مجاہدین شریک تھے، اُن میں ایک حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے جنہوں نے جالوت نامی ظالم بادشاہ کو قتل کیا تھا اور اسی عمل کی بدولت جالوت اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سلیمان، داؤد کا وارث بنا (سورۃ النمل: ۱۶)

اس زمانے میں بھی یہ بیت المقدس اُس وقت کے اہل ایمان کا ہی دارالحکومت تھا۔ یہودیوں کا دارالحکومت نہیں تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت سیدنا محمد ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر جہاد شروع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی زمین کو اللہ تعالیٰ کے دین سے آباد کرنا شروع فرمایا، تو یہ سلسلہ چلتے چلتے مسجد اقصیٰ تک بھی پہنچا اور حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وہ وقت آیا کہ مسلمانوں نے اس

مبارک سرزمین کو فتح فرمایا اور یوں یہ مبارک مسجد اور پورا بیت المقدس اور یہ پورا علاقہ اہل اسلام نے آزاد کرالیا۔ جب کہ اس سے پہلے تقریباسات صدیوں سے رومی لوگ اس پر قابض چلے آرہے تھے۔ پھر یہ مبارک سرزمین پانچویں صدی ہجری تک اسلامی خلافت کے زیر نگین امن وامان اور علم وایمان کی آماجگاہ بنی رہی، یہاں تک کہ ایک بار پھر صلیبی لشکروں نے اس جگہ قبضہ کرلیا اور یہاں سے ایمان و علم کی کفر و شرک اور جہالت و ضلالت پھیلانے لگے۔

تب سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہا اللہ تعالیٰ جیسے مسلمان مجاہدین اُٹھے اور انہوں نے ۹۱ سالہ محنت کے بعد اس مبارک سرزمین کو آزاد کرایا۔ پھر تقریبا چھ صدیوں تک اسلام کے زیر سایہ رہنے کے بعد جب مسلمانوں کی خلافت کمزور ہوئی تو دوبارہ یہ مبارک سرزمین صلیبیوں کے قبضے میں چلی گئی اور انہوں نے وہاں اسرائیل کے نام سے ایک ملک بھی بنالیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بہت جلد دوبارہ اہل اسلام کے ہاتھوں اس جگہ کو آزاد کرائے۔ آمین

(۳۰) مسجد اقصیٰ کو جب سنہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے ہتھیایا تو انہوں نے سب سے پہلے دیوارِ براق پر قبضہ جمایا اور وہاں کا نقش و نگار تبدیل کردیا اور وہاں کے رہنے والے سب مسلمانوں کو وہاں سے بھگا دیا گیا۔ دیوار براق اور اس کے آس پاس مسلمانوں کی جو یادگار چیزیں انہوں نے ختم کیں اس میں چار جامعات، ایک مدرسہ افضلیہ تھا اور بھی متعدد اسلامی اوقاف تھے اور اس سب کا مقصد یہ تھا کہ یہاں موجود تمام اسلامی اوقاف اور یادگاروں کا نام ونشان مٹا دیا جائے اور پھر اس پر اپنے حق کا جھوٹا دعویٰ کھڑا کیا جائے۔

(۳۱) مسجد اقصیٰ کے بارے میں ایک اہم اور دلدوز بات یہ ہے کہ یہودیوں نے اِسے گرانے اور اس کی جگہ اپنا مزعومہ ہیکل بنانے کے لیے کئی منصوبے بنا رکھے ہیں۔ یہ وہ بات ہے کہ جس پر اس وقت کے تقریباسب ہی یہودی اور ان کی سب ہی سیاسی جماعتیں اور ان کے سب ہی سرپرست متفق ہیں۔

(۳۲)مسجد اقصیٰ کو گرانے کے لیے یہودی قابضین وقتاً فوقتاً مختلف چھوٹے بڑے حربے اختیار کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی کی پیش بندی کے لیے اب تک وہ فلسطین اور خاص کر بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے آس پاس میں کئی سڑکوں اور گراؤنڈز وغیرہ کے اسلامی شناخت والے نام بھی تبدیل کر چکے ہیں۔ چنانچہ جس جگہ مسجد اقصیٰ قائم ہے اس جگہ کا نام انہوں نے ''جبل ہیکل'' یعنی ہیکل کا پہاڑ رکھ دیا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ پہاڑی جگہ ''جبل بیت المقدس یا جبل مسجد اقصیٰ'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی رہی ہے۔ یہ سب اس لیے ہے تاکہ اس مبارک مسجد سے ہر قسم کی اسلامی شناخت ختم کی جائے۔ لیکن ان کی یہ مذموم کاوشیں بالآخر ناکام ہوں گی۔ ان شاء اللہ

(۳۳)مسجد اقصیٰ کے بارے میں یہودیوں کا گمان یہ ہے کہ یہ مسجد، اُن کے مزعومہ عبادت گاہ ہیکل کی جگہ پر بنائی گئی ہے۔ اسی بنیاد پر اپنے حق کی واپسی کے لیے دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے اور اپنی مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ نہ تو تاریخی حقائق کو جھٹلانے سے گریز کرتے ہیں اور نہ ہی تورات جیسی مقدس کتاب میں تحریک کرنے سے کتراتے ہیں اور جو قوم اپنے مذموم مقاصد کے لیے آسمانی کتاب کو بدلنے اور اس میں تحریف کرنے سے نہ کتراتی ہو، اس سے بھلا دیگر حقائق میں سچ کی کیا توقع رکھنا؟

اور یہاں سے ایمان و علم کی بجائے کفر و شرک اور جہالت و ضلالت پھیلانے لگے۔ تب سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہا اللہ تعالیٰ جیسے مسلمان مجاہدین اُٹھے اور انہوں نے ۹۱ سالہ محنت کے بعد اس مبارک سرزمین کو آزاد کرایا۔ پھر تقریباً چھ صدیوں تک اسلام کے زیر سایہ رہنے کے بعد جب مسلمانوں کی خلافت کمزور ہوئی تو دوبارہ یہ مبارک سرزمین صلیبیوں کے قبضے میں چلی گئی اور انہوں نے وہاں اسرائیل کے نام سے ایک ملک بھی بنالیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بہت جلد دوبارہ اہل اسلام کے ہاتھوں اس جگہ کو آزاد کرائے۔ آمین

(۳۴)مسجد اقصیٰ یہودیوں کا عبادت خانہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ شروع سے ہی امت مسلمہ کی مسجد رہی ہے۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اس مسجد کی جو تعمیر کرائی تھی، وہ یہود کے مزعومہ ہیکل کی تعمیر نہیں تھی، بلکہ یہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے بھی پہلے سے موجود مسجد کی تجدید اور تعمیر نو تھی، کیوں کہ یہ مسجد زمین پر بننے والی دوسری مسجد ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت سلیمان علیہم السلام نے اس مسجد کی جو بھی تعمیر کی وہ درحقیقت نئی تعمیر نہیں تھی بلکہ تجدید تھی جس طرح کہ اُمت مسلمہ محمدیہ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کو فتح کرنے کے بعد اس کی تجدید اور تعمیر نو کی۔

(۳۵)مسجد اقصیٰ ان شاء اللہ ضرور بالضرور امت مسلمہ محمدیہ کے پاس دوبارہ لوٹ کر آئے گی، اور اس پر قابض یہودیوں سے قتال بھی ہو گا اور مسلمان مجاہدین، یہودیوں کے سردار دَجّال اور خود یہودیوں کا کام تمام کریں گے، اور پھر یہ وہ وقت ہو گا کہ پوری انسانیت یہودیوں کے شر وفساد سے نجات پائے گی۔

صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت تب تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے قتال نہ کرلیں، چنانچہ مسلمان، یہودیوں سے قتال کریں گے، یہاں تک کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے جا چھپیں گے (مگر انہیں وہاں بھی پناہ نہیں ملے گی)، بلکہ درخت یا پتھر بول اُٹھیں گے کہ: اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے، آؤ اور اسے مار ڈالو، سوائے غرقد درخت کے کہ وہ نہیں بولے گا کیوں کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

(۳۶)مسجد اقصیٰ کی شان اور عزت کی تکمیل اور عروج کسی اور طرح ممکن ہی نہیں۔ بلکہ اُسے یہ سب کچھ اسی دین اسلام اور اس اسلام کے ماننے والوں کے ذریعے ہی ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا صحیح اقرار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بجالاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مبارک سرزمین کو اسلام کے ساتھ جوڑا ہے اور یہی اس کی اصل اور پہچان ہے، اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشادِ گرامی ہے:

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے۔ (سورۃ النور: ۵۵)

(۳۷) مسجدِ اقصیٰ اور مسئلہ فلسطین، فقط اہل فلسطین کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اسلامی مسئلہ اور اسلامی قضیہ ہے اور جب سے اس کی چابیاں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئیں تب سے دُنیا کے تمام مسلمانوں کا حق اِس سے جڑا ہوا ہے، اور یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے صلیبی یلغار کے وقت اپنے جان و مال کی قربانی دے کر اس کی حفاظت بھی کی اور اس کو آزاد بھی کرایا، چنانچہ ایک اسلامی اوقاف کا حصہ ہے اور مسلمانوں کے سپرد کی گئی امانت ہے۔

(۳۸) مسجد اقصیٰ مسلمانوں کی ہی ہے، چاہے اس پر اَغیار کا قبضہ تھوڑے وقت کے لیے رہے یا زیادہ وقت کے لیے۔ انجام کار یہ حق متقین و مسلمین کا ہی ہے، اور اگرچہ آج اس پر یہودی قابض ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہر حال یہ اہل اسلام اور اہل ایمان کے پاس ہی لوٹ کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین اس امت کا حق بنائی ہے جس کے پاس سب سے مقدس دین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقبول دین ہے، اور یہ امت محمدیہ ہی ہے جسے نبی آخر الزمان خاتم النبیین ﷺ کی بدولت یہ نعمت نصیب ہوئی ہے۔ رومیوں اور صلیبیوں کی یلغار اور مسجد اقصی کی بے حرمتیوں کے وقت یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس کے لیے اپنے جان و مال کو فدا کیا، اگر یہ یہودیوں کا حق ہے تو پھر تاریخ

کے ہر مشکل دور میں یہ یہودی کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟ اور کیوں کر ایسا ہوا کہ ہر مشکل وقت میں امت مسلمہ نے ہی اس مقدس مقام کی پہرے داری کی اوراس کے آداب و حرمات کوملحوظ رکھا!

(۳۹)مسجد اقصیٰ اہل اسلام کی ہے، اس پر تاریخ بھی گواہ ہے اور زمینی و آسمانی حقائق بھی۔ یہ سرزمین اسلامی امانت ہے اور کسی بھی صورت یہ جائز نہیں ہے کہ یہ مقدس سرزمین اس بدبخت قوم کے حوالے کر دی جائے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی قاتل ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ عہد ہے کہ اس کا ایک چپے سے بھی اپنے سے دستبرداری نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کوئی ایسا عہد وپیمان قبول کیا جائے گا کہ یہودی اس مقدس سرزمین کے رئیس اور اہل اسلام کے سردار قرار پائیں!!

(۴۰)مسجد اقصیٰ مسلمانوں کی دینی و مذہبی میراث ہے، اس لیے اس کی امامت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ترغیبات بھی اس پر موجود ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے صحابہ کرام کے دلوں میں اس کی محبت پیوست کی اور انہیں بیت المقدس فتح ہونے کی بشارت بھی عنایت فرمائی۔

یہ سب کچھ اسی حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ مسجد اور یہ مبارک سرزمین مسلمانوں کی دینی و مذہبی میراث ہے۔ اس لیے مسجد اقصی اور بیت المقدس کی محبت کے چراغ ہمیشہ اہل اسلام کے دلوں میں روشن رہیں گے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اور دشمن کبھی مسلمانوں کے دلوں سے اس کی محبت ختم نہیں کر سکتے اور ان شاء اللہ، قیامت تک یہ محبت باقی رہے گی کیوں کہ یہ سرزمین مسلمانوں کا ایک اہم ٹھکانہ اور طائفہ منصورہ کا مرکز ہے اور دنیا ماضی میں بھی اس کے مناظر دیکھ چکی ہے اور مستقبل میں بھی یہ حقیقت پوری ہو کر رہے گی اور دنیا اس کا مشاہدہ کر کے رہی گی۔ ان شاء اللہ

(ہفت روزہ القلم)

بیت المقدس، مسجد اقصیٰ، القدس، ایلیا جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں بڑے فضائل الی عبادت گاہ ہے، جس کی طرف ہمارے رب نے اپنے سب سے زیادہ محبوب اور لاڈلے رسول کو سفر کرایا، خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کے ارد گرد برکات رکھی ہیں، اس کے ارد گرد نہریں چلائیں، پھل پیدا کیے، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرات انبیاء کرام قیام فرماتے تھے، یہ وہ جگہ ہے جہاں فرشتے اترتے تھے۔ حضرت کعب کے بقول اللہ تعالیٰ روزانہ بیت المقدس کی طرف دوبار دیکھتے ہیں۔ (فضائل بیت المقدس)

حضرت مکحول فرماتے ہیں جس نے شوق کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کی وہ جنت میں جائے گا، تمام انبیاء کرام نے بیت المقدس کی زیارت کی اور اس کے عظیم الشان مرتبے و مقام پر بہت ہی رشک کیا کرتے تھے۔

جو لوگ بیت المقدس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں دس ہزار فرشتے ان کے ہمراہ ہوتے ہیں جو ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں، اور بیت المقدس پہنچنے تک ان کو ان کے اعمال کی بقدر اجر و ثواب ملتا ہے، جو شخص بیت المقدس میں کبائر سے بچتے ہوئے داخل ہو گا وہ سو رحمتوں کا مستحق ہو گا، ان میں سے ایک رحمت بھی اگر ساری مخلوق پر تقسیم کی جائے تو یہ ان کے لیے کافی ہو گی، جو شخص بیت المقدس میں دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اس میں سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ برکات اور رحمتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم اسلام

محمودالرشیدحدوٹی

جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور، ۱۳فروری ۲۰۱۸ءبروز منگل، سوا چھ بجے شام

نوٹ۔ یہاں تک بیت المقدس کے حوالے سے مضمون بندہ عاجز کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہوار میگزین ماہ نامہ "صدائے جمعیت" لاہور میں فروری اور مارچ ۲۰۱۸ء کے دو شماروں میں شائع ہوا، جب اس مضمون کو کتاب کی شکل میں پیش کیا گیا تو اسٹینڈرڈ سائز کے ۱۱۲ صفحات پر ایک خوبصورت کتاب تیار ہو گئی، پھر میرے خیال میں یہ بات آئی کہ جو لوگ اس کتاب سے استفادہ نہیں کرسکتے ان کے لیے انٹرنیٹ پر اس کتاب کو دے دیا جائے، سو اس کے لیے میں نے کتاب کو جب مرتب کرنا شروع کیا تو وہ مضامین بھی شامل کر لیے، جو ماہ نامہ صدائے جمعیت میں شائع ہونے سے رہ گئے تھے مگر میرے پاس محفوظ تھے، چنانچہ اس کے بعد جو مضامین شامل ہیں وہ میری اصل کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ والسلام، محمود الرشید حدوٹی

ادارہ آب حیات ٹرسٹ، غوث گارڈن فیز ۲، جی ٹی روڈ مناواں لاہور

۱۶ ستمبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار، شام پونے سات بجے

مسجد اقصی اور ہماری ذمہ داری

محترم جنید رضا صاحب نے بھی مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار تحریر کی صورت میں کیا ہے، جو ہم ذیل میں اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول اور خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ مقامی مسلمان اسے المسجد الاقصیٰ یا حرم قدسی شریف (عربی: الحرم القدسی الشریف) کہتے ہیں۔ یہ مشرقی یروشلم میں واقع ہے جس پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں ۵ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے جبکہ مسجد کے صحن میں بھی ہزاروں افراد نماز ادا کرسکتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں الاقصیٰ انتفاضہ کے آغاز کے بعد سے یہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے۔ حضرت محمد ﷺ سفر معراج کے دوران مسجد حرام سے یہاں پہنچے تھے اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی نماز کی امامت کرنے کے بعد براق کے ذریعے سات آسمانوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ قرآن مجید کی سورہ الاسراء میں اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی لے گئی جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے (سورہ الاسراء ۱)

احادیث کے مطابق دنیا میں صرف تین مسجدوں کی جانب سفر کرنا باعث برکت ہے جن میں مسجد حرام، مسجد اقصٰی اور مسجد نبوی شامل ہیں۔ حضرت ابوذر سے حدیث مروی ہے کہ ”میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام (بیت اللہ) تو میں نے کہا کہ اس کے بعد

کونسی ہے ؟ تو نبی ﷺ فرمانے لگے : مسجد اقصیٰ ، میں نے سوال کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے ؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ چالیس سال، پھر جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لو کیونکہ اسی میں فضیلت ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۳۶۶،)

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور معراج میں نماز کی فرضیت ۱۶ سے ۱۷ ماہ تک مسلمان مسجد اقصٰی کی جانب رخ کرکے ہی نماز ادا کرتے تھے پھر تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہو گیا۔

جب عمر فاروقؓ کے دور میں مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے شہر سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت نماز ادا کی تھی۔ مسجد اقصٰی سے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے یہی مسجد بعد میں مسجد اقصٰی کہلائی کیونکہ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں اس مقام کو مسجد اقصٰی کہا گیا ہے۔ اس دور میں بہت سے صحابہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی خاطر بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔ مسجد اقصٰی کا بانی حضرت یعقوب کو مانا جاتا ہے اور اسکی تجدید حضرت سلیمان نے کی۔ بعد میں خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مسجد اقصٰی کی تعمیر شروع کرائی اور خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اس کی تعمیر مکمل کی اور اس کی تزئین و آرائش کی۔ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے بھی اس مسجد کی مرمت کرائی۔

پہلی صلیبی جنگ کے بعد جب عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے مسجد اقصٰی میں بہت ردوبدل کیا۔ انہوں نے مسجد میں رہنے کے لیے کئی کمرے بنالیے اور اس کا نام معبد سلیمان رکھا، نیز متعدد دیگر عمارتوں کا اضافہ کیا جو بطور جائے ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں۔ انہوں نے مسجد کے اندر اور مسجد کے ساتھ ساتھ گرجا بھی بنالیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۲ اکتوبر ۱۱۸۷ء کو فتح بیت المقدس

کے بعد مسجد اقصیٰ کو عیسائیوں کے تمام نشانات سے پاک کیا اور محراب اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا۔

مسجد اقصی کے نام کا اطلاق پورے حرم قدسی پر ہوتا تھا جس میں سب عمارتیں جن میں اہم ترین قبۃ الصخرۃ ہے جو اسلامی طرز تعمیر کے شاندار نمونوں میں شامل ہے۔ تاہم آجکل یہ نام حرم کے جنوبی جانب والی بڑی مسجد کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ وہ مسجد جو نماز کی جگہ ہے وہ قبۃ الصخرۃ نہیں، لیکن آج کل قبہ کی تصاویر پھیلنے کی بنا پر اکثر مسلمان اسے ہی مسجد اقصیٰ خیال کرتے ہیں حالانکہ فی الواقع ایسی کوئی بات نہیں مسجد تو بڑے صحن کے جنوبی حصہ میں اور قبہ صحن کے وسط میں ایک اونچی جگہ پر واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں مسجد کا اطلاق پورے صحن پر ہوتا تھا اور اس کی تائید امام ابن تیمیہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ:

"مسجد اقصی اس ساری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور بعض لوگ اس مصلی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ کو جسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی اگلی جانب تعمیر کیا تھا اقصی کا نام دینے لگے ہیں، اس جگہ میں جسے عمر بن خطاب رضي اللہ تعالٰی عنہ نے تعمیر کیا تھا نماز پڑھنا باقی ساری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔" بیت المقدس ۱۱ اگست ۱۹۶۷ کو اسرائیلی قبضے میں چلا گیا جو آج تک جاری ہے۔

21 اگست ۱۹۶۹ء کو ایک آسٹریلوی یہودی ڈینس مائیکل روحان نے قبلۂ اول کو آگ لگا دی جس سے مسجد اقصیٰ تین گھنٹے تک آگ کی لپیٹ میں رہی اور جنوب مشرقی جانب عین قبلہ کی طرف کا بڑا حصہ گر پڑا۔ محراب میں موجود منبر بھی نذر آتش ہو گیا جسے صلاح الدین ایوبی نے فتح بیت المقدس کے بعد نصب کیا تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے قبلہ اول کی آزادی کے لئے تقریبا ۱۶ جنگیں لڑیں اور ہر جنگ کے دوران وہ اس منبر کو اپنے ساتھ رکھتے تھے تاکہ فتح ہونے کے بعد اس کو مسجد میں نصب کریں۔

اس المناک واقعہ کے بعد خواب غفلت میں ڈوبی ہوئی امت مسلمہ کی آنکھ ایک لمحے کے لئے بیدار ہوئی اور سانحے کے تقریباً ایک ہفتے بعد اسلامی ممالک نے موتمر عالم اسلامی (او آئی سی) قائم کر دی۔ یہودی اس مسجد کو ہیکل سلیمانی کی جگہ تعمیر کردہ عبادت گاہ سمجھتے ہیں اور اسے گرا کر دوبارہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ کبھی بھی بذریعہ دلیل اس کو ثابت نہیں کر سکے کہ ہیکل سلیمانی یہیں تعمیر تھا۔

اب دور حاضر میں ٹرمپ کے بیان کے بعد اہل فلسطین پر ظلم و بربریت کی ایک انتہائی الم ناک داستان رقم کی جارہی ہیں۔ مگر مسلمانوں سمیت مسلم ممالک کے حکمرانوں کی جانب سے ابھی تک غفلت کی چادر اوڑھے رکھنا شاہد کسی صلاح الدین ایوبی یا محمد بن قاسم کی مدد کے منتظر ہیں۔ روز کئی پیمانوں پر اہل فلسطین کے بچوں کی جانب سے آنے والی تصاویر و ویڈیوز کے ذریعے مسلمانوں کی ایمانی غیرت و جرات کو جگایا اور ٹٹولا جارہا ہے مگر افسوس صد افسوس کہ ہم اپنے پاس سوشل میڈیا کی طاقت رکھنے کے باوجود انفرادی افرا تفری میں لپٹے ہوئے ہیں۔

ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارم پر اجتماعی طور باہم آواز بن کر ابھرے، ورنہ اس اہم اور ایمانی مسئلہ پر ہماری خاموشی تاریخ میں ہمیں سر جھکائے اور بے حسوں و بے غیرتوں کے صف میں پیش کرتی نظر آئے گی۔

بس آخر مسجد اقصی کے نام چند اشعار اور اجازت

مسجد اقصی تری حرمت کے ہم وارث نہیں

ہم تو بس آنسو بہانا جانتے ہیں مرگ پر

ہم ہیں متروک زماں، ہم در بدر، ہم بے اثر

تارک قراں، زمیں کا بوجھ ہیں ہم بے بصر

تیری حرمت کے امیں عمر (رض) و صلاح الدین تھے

جن کی نظروں سے پگھلتے تھے بتانِ آزری
جن کے ہاتھوں میں دیئے تھے عرش نے لوح و قلم
جن کے پاؤں چومتی تھی بحر و بر کی سرکشی
جن کی شمشیریں گرجتی تھیں نیاموں میں پڑی
وہ تو سالارِ زمیں تھے وہ تھے فخرِ آسماں
ہم کو کیا نسبت ہے ان سے، ہم کہاں اور وہ کہاں
کفر کی زینت سے خیرہ ہے ہماری آرزو
موت سے لرزاں مسلماں طالبانِ رنگ و بو
ہم تو بس دھوکے میں ڈالے جا چکے مغضوب ہیں
نیل کے صحرا سے تا بہ کاشغر معتوب ہیں
ہم تو بس شرمندہء کون و مکاں ارض و سماں
ہم کہ دھتکارے ہوئے، ہارے ہوئے، ہم بے اماں
ہم پہ بے تاثیر ہے ہر نعرہ سر نہاں
ہم پہ بے تاثیر ہے تکبیر بھی تدبیر بھی
ہم پہ بے تاثیر ہے کونین (ص) کی توقیر بھی
مسجدِ اقصیٰ تری حرمت کے ہم وارث نہیں
تُو پکار اب پھر کسی سالارِ با کردار کو
کیا خبر تری ندا پر عرش کے روزن کھلیں
کیا خبر نصرت کوئی اترے کہیں افلاک سے
مسجدِ اقصیٰ ہمیں اب اور آوازیں نہ دے
ہم تو بس آنسو بہانا جانتے ہیں مرگ پر
مرگِ حرمت ہو کہ غیرت ہو کہ مرگِ آرزو

یاقدس!عذراً

ہفت روزہ القلم کے معروف کالم نگار جناب طلحہ السیف نے بیت المقدس، القدس اور مسجد اقصیٰ پر منظوم کالم تحریر کیا ہے، جو ان کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

معذرت اے ارضِ قدس، اَرضِ حرم!! معذرت
اگرچہ ہم جیسوں کی معذرت قبول نہیں ہوتی...
ہاتھ ہیں مگر وہ تیرے حق میں حرکت نہیں کر سکتے...
پاؤں ہیں مگر وہ تیری پکار پر لبیک کہتے ہوئے
زمینیں، سرحدیں اور فاصلے روند کر تیری طرف نہیں آسکتے...
زبانیں ہیں مگر وہ کھل کر، حق نہیں کہہ سکتیں
ان پر یا تو حرص کے پہرے ہیں یا خوف کے...
سب جانتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ نے تجھے
اپنے قدوم سے سرفراز فرمایا تھا... مگر
تیرے فراق میں تڑپ نہیں سکتے...
سب کو علم ہے کہ تیری محراب نے اُن کے سجدے کا حظ اٹھایا ہے
مگر جبینوں میں اس کے لئے سجدے بے تاب نہیں ہوتے...
سب عمر (رضی اللہ عنہ) کو جانتے ہیں
لیکن ان کی طرح تیری طرف رختِ سفر نہیں باندھ سکتے...
سب صلاح الدین، نور الدین کو بھی جانتے ہیں
مگر تیری لئے زندگیاں وقف کرنے والے اب کہاں؟
لیکن اقصیٰ کا صدیوں سے سینہ تان کر کھڑا گنبد مایوس نہیں...
ان کی امید، بلکہ یقین زندہ ہے...

عمر کا لشکر پھر آئے گا...
صلاح الدین اُمت کی گود سے ضرور پیدا ہو گا اور آئے گا...
مایوس ہوں گے، ہونے والے مگر
غزہ کا شہر مایوس نہیں...
نابلس کے جانباز... القدس کے فدائی مایوس نہیں...
سنو! اقصیٰ کے گنبد سے صدا آتی ہے...
کبھی مایوس مت ہونا، اندھیرا کتنا گہرا ہو، سحر کی راہ میں حائل، کبھی بھی ہو نہیں سکتا سویرا ہو کے رہتا ہے، کبھی مایوس مت ہونا، امیدوں کے سمندر میں، تلاطم آتے رہتے ہیں۔

سفینے ڈوبتے بھی ہیں
سفر لیکن نہیں رکتا
مسافر ٹوٹ جاتے ہیں
مگر مانجھی نہیں تھکتا، سفر طے ہو کے رہتا ہے
کبھی مایوس مت ہونا
خدا حاضر ہے، ناظر بھی، خدا ظاہر ہے، مظہر بھی
وہی ہے حال سے واقف، وہی سینوں کے اندر بھی
مصیبت کے اندھیروں میں
کبھی مایوس مت ہونا
تمہارے دل کی ٹیسوں کو، یوں ہی دُکھنے نہیں دے گا
تمنا کا دیا عاصمؔ کبھی بجھنے نہیں دے گا
کبھی وہ آس کا دریا، کہیں رکنے نہیں دے گا
کبھی مایوس مت ہونا

جب اسکے رحم کا ساگر
چھلک کے جوش کھاتا ہے، قہر ڈھاتا ہوا سورج یکایک کانپ جاتا ہے
ہوا اٹھتی لہرا کر، گھٹا سجدے میں گرتی ہے
جہاں دھرتی ترستی ہے، وہیں رحمت برستی ہے
ترستے ریگ زاروں پر، ابر بہہ کے ہی رہتا ہے
نظر وہ اٹھ کے رہتی ہے، کرم ہو کر ہی رہتا ہے
امیدوں کا چمکتا دن، امر ہو کے ہی رہتا ہے
کبھی مایوس مت ہونا۔ (ہفت روزہ القلم)

☆...☆...☆

میرے موبائل کی سکرین پر ایک احتجاجی مظاہرہ کی ویڈیو چل رہی ہے... اور بار بار چلتی ہی جارہی ہے...

مظاہرین لاکھوں میں ہیں اور ان کے عقب میں اقصیٰ کا پر شکوہ گنبد اور دلوں کے تار اپنی طرف کھینچ لینے والا خوبصورت دلآویز قبۃ الصخریٰ دکھائی دے رہا ہے...

مجھے آج پاکستانی ہونے پر پہلی بار شدید فخر بھی ہو رہا ہے اور اس کے بعد اپنی حالت پر شدید شرمندگی بھی...

مظاہرین نعرہ لگا رہے ہیں پکار رہے ہیں
یا اہل الاسلام... اے مسلمانو!
یا اہل باکستان... اے پاکستان والو!...
دنیا بھر میں صرف اہل پاکستان ہی کیوں؟
کیا انہیں ہماری افواج امت کی نمائندہ لگتی ہیں
یا ہماری پالیسیاں؟ ہمارے سیاستدان امت کے لئے فکر مند ہیں اس لئے؟...
بالکل نہیں...

اگر ساری دنیا میں نام لے کر صرف پاکستانیوں کو پکارا جا رہا ہے تو صرف اور صرف ان لوگوں کی وجہ سے جو آج اپنوں کے ہاں سب سے زیادہ معتوب ہیں...
وہی دیوانے... وہی غرباء جو کبھی اہل کشمیر کی صدا سن کر خونی باڑ اور ناقابل عبور پہاڑوں کو روند کر گزر جاتے ہیں... جو کبھی اہل افغانستان کی پکار پر ہر طرح کے خطرات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ کر حدیں اور سرحدیں پھلانگ جاتے ہیں... جو امت کے لئے جیتے ہیں اور ان کے لئے مرنا سعادت سمجھتے ہیں... جو محمدی ہیں... کلمے کے رشتے میں بندھے ہوئے، قومیتوں، زبانوں اور علاقوں سے بے نیاز...

اہل قدس کو علم ہے کہ یہ سرزمین ایسے اہل درد سے مالا مال ہے جو کسی بھی امتی کی پکار پر جان وارنے کو دوڑتے چلے جاتے ہیں... جو ایمانی جذبات کے گھوڑے پر سوار، عزم کی لگامیں تھامے، کان لگائے منتظر بیٹھے رہتے ہیں کہ کہیں سے کوئی پکارنے والا پکارے یا اسلام آواز لگائے...

وہ جان بیچ کر طعنے بھی سہتے ہیں اور الزامات بھی ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں لیکن باز نہیں آتے... کل تک قریب والوں کی ہر امید ان سے بندھی ہوئی تھی آج دور سے القدس کے بیٹوں نے بھی انہی کو پکارا...

مجھے فخر ہو رہا ہے کہ میں اس قوم سے ہوں اور اس پر مزید شکر یہ کہ انہی لوگوں سے وابستہ ہوں اگرچہ ٹوٹا پھوٹا جھوٹا ہی سہی، جو امت کی امیدوں کا اصل محور ہیں...
پر شرمندگی کا احساس رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے کہ
آہ! ثم آہ! ثم آہ
اس قابل نہیں کہ ابھی اٹھ کر اس پکار پر کہہ دوں
لبیک یا قدس لبیک یا قدس... اب بھی بس یہی کہہ سکتا ہوں یا قدس! عذراً
ربّا! کیا مشکل ہے آپ کی قدرت کے سامنے کشمیر کا راستہ دینے والے رب!
قدس کا راستہ عطاء فرما دیجئے! جو آپ کو جان بیچ ہی چکے انہیں اقصیٰ کے گنبدوں تک پہنچا دیجئے اس پکار پر لبیک کہنے کے قابل بنا دیجئے... (ہفت روزہ القلم)